میگزین ایڈیشن

ابن صفی کی جاسوسی دنیا

ماہنامہ

ابنِ صفی کی جاسوسی دنیا

کراچی

جلد (۱) فروری سنہ ۱۹۶۰ء شمارہ (۲)

مدیر:- ابن صفی بی۔اے

☆

زرسالانہ:- پانچ روپے

(معہ رجسٹری خرچ ساڑھے نو روپے)

قیمت فی پرچہ

آٹھ آنے ۸/

مقامِ اشاعت

دفتر اسرار پبلیکیشنز ۱۲ فردوس کالونی کراچی ۱۸

ترتیب

اداریہ

میں اس سے ملا (انٹرویو) سنکی سولجر

رقص و نغمہ (نظم) باورا

مجبوری (کہانی) عفت موہانی

آپ کے صفحات (خطوط پر تبصرہ) آپ اور ابن صفی

جاسوسی غزل (غزل) سہیل اقبال

گلترنگ (شکرال کی کہانی) ابن صفی

پراسرار معمہ ۱۲ کمپائلر پراسرار معمے

☆

طابع و ناشر:- اسرار احمد (ابن صفی)

مطبوعہ مطبع سعیدی قرآن محل- کراچی

اداریہ

پچھلے شمارہ کے اداریہ میں گھٹیا ادب اور گھٹیا پڑھنے والوں کے بارے میں کچھ عرض کیا تھا اس خاکسار نے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی دوستوں کے گرما گرم خطوط سے دماغ سینکنا پڑا۔ ایک صاحب نے لکھا ہے: "ثابت کیجئے کہ آپ جو کچھ لکھتے ہیں وہ گھٹیا ہے۔۔!"

میرے فرشتے بھی نہ ثابت کر سکیں گے بھائی صاحب۔۔۔ یہ تو آپ کا کام ہے۔۔۔ یعنی پڑھنے والوں کا۔۔۔ خاکسار تو صرف ہاں میں ہاں ملانے کے لئے پیدا ہوا ہے۔۔۔ آپ کہیں گے "یہ گھٹیا ادب ہے!" میں عرض کروں گا "بجا ارشاد فرمایا"۔ آپ کہیں گے "یہی صحتمند افسانوی ادب ہے!" میں شرما کر کہوں گا "ہی۔۔ ہی۔۔ ہی۔۔۔ اجی بندہ کس لائق ہے۔۔۔!"

کہوں گا یہی چاہے اس میں آپ کو "قاسمیت" ہی کی جھلکیاں کیوں نہ ملیں (ویسے بھی ایک مقامی روزنامہ کے ایک "بے بی ایڈیٹر" نے مجھ سے ملنے کے بعد لکھا ہے کہ پتہ نہیں کیوں میری شکل دیکھ کر انھیں قاسم یاد آ گیا تھا)

دوسرے صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "بڑا ادب سے مراد تعمیری ادب ہے۔۔۔ جہالت کی باتیں نہ کیجئے۔۔۔۔ کبھی کبھی سنجیدہ بھی ہو جایا کیجئے!۔"

خدا کی پناہ۔۔۔! کیوں بڑے بھائی۔۔۔! اب کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں جاسوسی دنیا یا عمران سیریز میں حضرت مولانا احتشام الحق صاحب مدظلہ کے خطبات چھاپا کروں۔۔۔ کیونکہ بحیثیت مسلمان میری نظر میں دینی لٹریچر کے علاوہ اور کسی قسم کا لٹریچر "تعمیری ادب" ہو ہی نہیں سکتا!۔۔۔ یا پھر سوشل سائینسز اور فلسفہ پر مبنی مضامین کو بھی تعمیری ادب میں جگہ دے سکوں گا بشرطیکہ وہ "حدود اللہ" سے باہر نہ ہوں۔۔۔! اس کے علاوہ آپ کسی اور قسم کے تعمیری ادب سے جان پہچان رکھتے ہوں تو اس کا پتہ نشان مجھے ضرور بتائیے۔۔۔ بیحد مشکور ہوں گا!۔

ویسے آپ نے تعمیری ادب کی بحث خواہ مخواہ چھیڑی ہے کیونکہ یہ خاکسار تو شروع ہی سے "تفریحی ادب" کا داعی رہا ہے!۔ تفریح بجائے خود ایک بہت بڑا مقصد ہے۔۔۔ تفریح نہ ہو تو تعمیر بھی محال ہو جائے۔۔۔ کیا خیال ہے۔۔۔

بھیا۔۔۔ دراصل مصیبت یہ ہے کہ عام طور پر "ادب" کا تذکرہ کرتے وقت یار لوگوں کے ذہن میں صرف افسانوی یا شعری ادب ہوتا ہے۔۔۔ کسی تیسری صنف کی طرف دھیان نہیں جاتا۔۔۔۔ اس لئے یہی دونوں بیچاری اصناف پنساری کی دوکان بن کر رہ جاتی ہیں!۔

اب بھی بات سمجھ میں نہ آئے تو پھر ایک خط ٹھونک مارئیے گا۔۔۔ بھگتوں گا بھئی۔۔۔!

ابن صفی

میں اُس سے مِلا

سنکی سولجر

(سنکی سولجر اور طغرل فرغان کا ملا جلا پروگرام)

اُداس ہوتا ہوں تو اناناس کے مربّے کی تلاش ہوتی ہے۔ نہ ملے تو پھر خنّاس !۔ آج تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اُداسی اور اناناس کے مربّے میں کیا تعلق ہے !۔ اور اگر یہ نہ ملے تو خنّاس کیوں !۔

بہرحال یہ خنّاس بعض اوقات بڑی دُشواریوں میں مُبتلا کر دیتا ہے !۔

سنہ ۱۹۴۰ء کی بات ہے ...... بمبئی میں تھا —— اور اُس دِن بہت اُداس تھا —— اناناس کا مُربہ نہ مل سکا —— ! اس لئے ایک نیا خنّاس !۔

کہنے کا مطلب یہ کہ اُن دنوں میں نے "انٹرویو بازی" شروع کر رکھی تھی —— فلم ایکٹریسوں سے ملتا اور اُن ملاقاتوں کی داستان لکھ کر ایک کپ چائے کے عیوض کسی رسالے کے ایڈیٹر کی نذر کر دیتا تھا !...

اُسی زمانے کا ایک انٹرویو —— ملاحظہ فرمائیے —!

نہ دل چاہے تب بھی ملاحظہ تو فرمانا ہی پڑیگا آپ کو ——

جی ہاں !...... آپ ابھی تک محض اسی لئے تو زندہ ہیں کہ آپ کو فلم ایکٹریسوں کے "پرائیویٹ" حالات معلوم ہو جاتے ہیں ——

ہاں تو میں اُس سے ملا !۔ ملنے کے لئے اس قدر بے چین تھا کہ وقت سے آدھا گھنٹہ پیشتر ہی اُس کی جائے رہائش پر پہونچ گیا !۔ جب اُس کے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو وہ "خاص پرائیویٹ" حالت میں نظر آئی ! یعنی ایک ٹائپ رائٹر سر پہ رکھے' میز پر کھڑی بصد سوز وگداز گا رہی تھی !۔

دل لیکے چپا تو نہیں جاؤ گے۔ ہورا جی۔ ی۔ای

ہورا جی جی

گیت ختم کرنے کے بعد میز سے اُتر کر وہ آہستہ آہستہ میری طرف بڑھی۔ اور "اُوہ تم آ گئے" کہتے ہوئے ٹائپ رائٹر میرے سر پہ دے مارا۔ پھر خود اپنا سر تھام کر بیٹھ گئی اور لگی چیخ چیخ کر رونے —— جب خوب سا رو چکی تو ہچکیاں لیتی ہوئی بولی۔

"آپ ...آپ کون ہیں ۔"

"جی ۔ میں ایک ملاقاتی ہوں ۔" میں نے رومال سے پیشانی کا خون پونچھتے ہوئے کہا۔

"ارے توبہ..... میں دراصل آپ کو ہیرو سمجھی تھی۔"

"ہیرو !۔"

"جی ہاں میں ریہرسل کر رہی تھی ۔"

"اُوہ ۔"

"معاف کیجئے گا ۔"

"کوئی بات نہیں ۔" میں نے خوش اخلاقی سے جواب دیا

"تشریف رکھئے ۔"

"شکریہ ۔"

"چائے منگواؤں آپ کے لئے ؟ ویسے گرمی بہت پڑ رہی ہے ۔ اور یہ قطعی جھوٹ ہے کہ گرمیوں میں گرم چائے ٹھنڈک پہونچاتی ہے ۔"

"جی میں چائے پی چکا ہوں ۔" میں نے شرما کر کہا

"شکریہ ۔" اُس نے گویا اطمینان کا سانس لیا !۔

"یہ تو آپ جانتی ہی ہوں گی کہ میں کس لئے حاضر ہوا ہوں ۔"

"جی بہت اچھی طرح ۔۔۔ آپ سوالات کیجئے ۔ لیکن یہ بتا دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ میں الجبرا میں ہمیشہ کمزور رہی ہوں ۔"

"کوئی بات نہیں ۔ میں ارتھمیٹک کے سوالات پوچھوں گا ۔۔۔ یہ بتائیے اگر A ایک کام کو پانچ دن میں کرتا ہے تو B جس کے کام کی رفتار پانچسو میل فی گھنٹہ ہے A کے ساتھ مل کر اسی کام کو کتنے دنوں میں کرے گا ۔"

وہ تھوڑی دیر سوچ کر بولی ۔ "اگر کام سیٹھ کے گھر پر ہوتا ہے تو رات بھر میں ختم ہو جائے گا ۔۔۔ اور اگر اُس کام کا تعلق ڈائرکٹر سے ہے تو کئی فلموں میں اکسٹرا کی حیثیت سے کام کرنا پڑے گا ۔"

"ویری گڈ ۔" میں تقریباً اُچھلتے ہوئے بولا تھا یا بولتے ہوئے اُچھلا تھا ۔ اچھی طرح یاد نہیں ۔

"اور کچھ ۔"

"آپ فلمی دنیا میں کس طرح آئیں ۔"

"میں غالباً پہلے بذریعہ ٹرین آئی پھر وکٹوریہ پر بیٹھی ۔ پھر چھوٹو بھائی کھٹ کھٹ بھائی کے ذریعہ ڈائرکٹر بیکارہ تک پہونچی اور بس !۔"

"آپ کے پہلے فلم کا نام ۔"

"بیمار اُلّو ۔"

"اور کن کن فلموں میں کام کیا ہے آپ نے ۔"

"لنگڑی چھچھوندر ۔۔ آدھا تیتر آدھا بٹیر ۔۔ لنگڑی معشوقہ عرف کاٹھ کا اُلّو ۔۔ بلی کی چونچ عرف ولائتی مرغا ۔ بوڑھی محبوبہ عرف ہٹلر کی خالہ ۔۔ یہ تو پرانے فلم ہیں ۔ موڈرن فلموں میں ، گھاس ۔ پھوس ۔ اُونٹ ۔ بیل ۔ چونچ ۔ ناک اور بطخ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔"

"آپ اتنی خوبصورت کیوں ہیں ۔" میں نے دانتوں میں اُنگلی دبا کر شرماتے ہوئے پوچھا ۔

"جی ۔۔ میں روز صبح سنلائٹ صابن کھاتی ہوں !۔"

"ایک بات پوچھوں آپ بُرا تو نہ مانیں گی ۔"

"شوق سے پوچھئے ۔"

"آپ نے اتنی بہت ساری شادیاں کیوں کی ہیں"

"بات دراصل یہ ہے کہ ۔" وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی

"مجھے کتوں سے زیادہ شوہر پسند ہیں۔"

"یہ کیوں؟"

"کتے بھونکتے بہت ہیں اور کبھی کبھی کاٹ بھی لیتے ہیں!"

"آپ کہاں پیدا ہوئی تھیں۔"

"ہسپتال میں۔"

"اس وقت آپ کی کیا عمر ہے۔"

"اُنیس سال۔"

"کیا آپ کسی شریف خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"کیا آپ کے والدین زندہ ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"وہ کیا کرتے ہیں۔"

"بچے پیدا کرتے ہیں۔"

"آپ کتنے بچے پیدا کر چکی ہیں۔"

"سولہ عدد۔"

"اوہ۔" میں مطمئن ہو گیا۔

تھوڑی دیر تک ہم دونوں ایک دوسرے کو گھورتے رہے!۔

"کچھ اور پوچھنا ہے آپ کو۔"

"آپ کا پہلا بچہ کس عمر میں پیدا ہوا تھا۔"

"جب میں اُنیس سال کی تھی۔"

"دوسرا بچہ۔"

"جب میں اُنیس سال کی تھی۔"

"تیسرا بچہ۔"

"جب میں اُنیس سال کی تھی۔"

"چوتھا بچہ۔"

"چوتھا ہی نہیں بلکہ سولھواں بھی اُنیس ہی سال کی عمر میں پیدا ہوا تھا۔"

"خوب! ۔ اچھا آپ کی نانی محترمہ کا کیا نام ہے"

"شریف خواتین کے نام غیر مردوں سے نہیں بتائے جاتے۔"

"اُوہ ۔ معاف کیجئے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔"

"آپ کے بچے آپ کو کیا کہتے ہیں۔"

"آپا۔"

"ماں کیوں نہیں کہتے۔"

"سمجھدار بچے ہیں۔"

"فلمی دنیا میں آنے سے قبل آپ کیا کرتی تھیں۔"

"کچھ اچھی طرح یاد نہیں۔"

"پھر بھی۔"

"غالباً ۔ غالباً ۔ محبت کیا کرتی تھی۔"

"ترکاریوں میں کون سی ترکاری آپ کو بہت زیادہ پسند ہے۔"

"بیگن۔"

"آپ کو کبھی کھانسی بھی آتی ہے۔"

"جی ہاں کبھی کبھی۔"

"آپ چھینکتی بھی ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"آپ کا سر تو نہیں چکراتا۔"

"جی ہاں کبھی کبھی چکر آتا تو ہے۔"

"آنکھوں کے سامنے نیلی پیلی چنگاریاں تو نہیں اُڑتیں۔"

"اکثر اُڑتی ہیں۔"

"کبھی سفید یعنی کہ مم میں یہ کہہ رہا تھا کہ سفیدہ آم کھایا ہے کبھی آپ نے۔"

"جی ہاں اکثر کھانے کا اتفاق ہوا ہے۔"

"اور لنگڑا۔"

"وہ بھی کھایا ہے۔"

"آپ کو اَدب سے بھی کچھ دلچسپی ہے؟"

"جی ہاں میں سیٹھ سے لیکر ٹرالی چلانے والے لڑکے تک کا اَدب کرتی ہوں۔"

"آپ کو ڈائرکٹروں میں کون سب سے زیادہ پسند ہے۔"

"وہ جو میرے بچوں کی تعداد سے واقف نہ ہو!"

"بہت خوب — اَب میں جیومیٹری کے کچھ سوالات پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"شوق سے۔"

"ایک اور صرف ایک دائرہ تین ایسے نقطوں سے گذر سکتا ہے جو ایک ہی خطِ مستقیم پر نہیں ہیں — یہ کس مسئلے کا دعویٰ عام ہے۔"

"میں اس سوال کا جواب نہیں دینا چاہتی کیونکہ ابھی میری عمر چونتیس سال سے کم ہے! کوئی دوسرا سوال پوچھئے شائد میری جیومیٹری بھی کمزور ہے!"

"بچپن میں آپ کن چیزوں کی شائق تھیں۔"

"بچپن میں میں زیادہ تر پتنگ اُڑایا کرتی تھی۔"

"صرف اُڑاتی ہی تھیں یا لڑاتی بھی تھیں۔"

"میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتی۔"

"اُوہ — لیکن یہی تو خاص سوال ہے۔"

"مجبوری ہے۔"

"میں آپ کے ہاتھ جوڑتا ہوں اس سوال کا جواب ضرور دیجئے۔"

"نہیں صاحب میں مجبور ہوں۔"

"آپ کو خدا کا واسطہ —"

"بھئی واہ یہ بھی کوئی بات ہے۔"

"خیر آپ کی مرضی —" میں نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا —!

"ارے ارے آپ رو رہے ہیں؟"

"جی — جی — جی — رو — رو — رونے دیجئے مُم مُجھے۔"

"بس اَب خدا کے لئے چپ بھی رہئے — اچھا سُنئے — ادھر دیکھئے میں بتاتی ہوں۔"

"نہیں نہیں مت بتائیے .... مجھے رو رو کر مرجانے دیجئے۔"

"ارے یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں —. شیطان کے کان بہرے۔"

"شیطان کے کان بہرے!" میں خوشی سے چیخا!

"جی ہاں۔"

"ایک بار پھر کہئے۔"

"شیطان کے کان بہرے۔"

"کاش آپ زندگی بھر دُہراتی رہیں اور میں سُنتا رہوں ۔"

"کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں ۔" وہ خوش ہو کر بولی ۔

"سو فیصدی سچ ۔"

"کچھ اور پوچھنا ہے آپ کو ۔"

"صرف ایک سوال اور — فی الحال آپکا شوہر کون ہے ۔"

"فی الحال تو کوئی بھی نہیں ہے ۔"

"کیا میں اپنی خدمات پیش کر سکتا ہوں ۔"

"آپ کو شرم نہیں آتی مجھ سے ایسی باتیں کرتے ہوئے ۔" اُس نے دانتوں میں اُنگلی دبا کر پلکیں جھکا لیں !۔

"معافی چاہتا ہوں ۔"

"خیر — یہ بتائیے آپ کے پاس کتنی کاریں ہیں ۔"

"کاریں !... لگ ... کاریں !" میں نے آہستہ آہستہ اُٹھنا شروع کیا !۔

"جی ہاں کاریں ۔"

"جج ... جی ... ہاں بتاتا ہوں ...... وہ کاریں ...." اَب میں دروازے تک پہونچ چکا تھا !۔ جیسے ہی اُس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا میں نے سڑک پر چھلانگ لگا دی .... اور ایک زن زناتی ہوئی کار میری کھوپڑی کو پاش پاش کرتی ہوئی گذر گئی !۔

بقیہ: آپ کے صفحات

اس مناجات کو Good Luck PRAYERS کے نام سے یاد کیا گیا ہے !۔ دنیا کے مختلف حصّوں کے مختلف لوگوں کی خوش نصیبیاں گنوائی گئی ہیں ۔ مثال کے طور پر امریکہ کے گورنر آدمس کو سترہ ہزار ڈالر اچانک ملے ۔ جنرل پیٹن کو ساٹھ ہزار ڈالر مل تو گئے لیکن چونکہ اُس نے بیس عدد پرچیاں لکھ کر بیس مختلف آدمیوں کو نہیں پہونچائی تھیں اس لئے اتنا بڑا جنرل ہونے کے باوجود بھی عدم آباد کی طرف ڈبل مارچ کر گیا !۔ دو چار تذکرے اور بھی ہیں ایسے ہی دل ہلا دینے والے !۔ آخر میں کہا گیا ہے کہ یہ دیکھنے کے لئے بیس پرچیاں فوراً تقسیم کرو کہ چوتھے دن کیا ہوتا ہے — !

ج — میرے پیارے فین ... چوتھا دن گذر ہی جانے دو پھر میں اسکی ایک ہزار کاپیاں چھپوا کر سڑک پر تقسیم کر دوں گا — ! یار سُنو... میری خوش قسمتی ڈالر نہیں ہے ... بلکہ صرف وہ کتاب ہے جسے میں ٹھیک وقت پر مارکیٹ میں لاکر پڑھنے والوں کی "گالیات" سے بچ سکوں ...... ایسی کوئی مناجات بھجواؤ جس سے یہ مشکل حل ہو سکے ..... نہ صرف چھپوا کر تقسیم کراؤں گا بلکہ خود بھی صبح شام پڑھ لیا کروں گا ! کیا سمجھے ——

ہاں یار — اور ایک مناجات ایسی بھی جسے پڑھ کر میں "غائب" ہو جایا کروں یعنی کہ دفتر میں تو موجود رہوں لیکن آپ جیسے "فینوں" کو نہ دکھائی دوں — کیونکہ اکثر انھیں حضرات کی وجہ سے میری کوئی کتاب "لیٹ" ہو جاتی ہے اور میں بیٹھا رہ جاتا ہوں گالیاں سُننے کے لئے — !

رقص و نغمہ

باورا

تہہ مضراب سوئے سوئے نغمے جاگ سے اُٹھے
تھرکتے پاؤں طبلے کی دھمک پر تال دے اُٹھے
چھنکتے گھنگروؤں کی نرم لے گونجی فضاؤں میں !
یہ البیلا سُبک سنگیت لچکیلی ہواؤں میں !
دمکتی نقرئی گردن میں ہلکے ہلکے ہلکورے
بھرے شانوں پہ جُھمکوں کی لڑیں، زلفوں کے مرغولے
اُمنگوں کے نشے کا جاگتا جادو نگاہوں میں
کنول کے ڈنٹھلوں کا لوچ گدرائی سی باہوں میں
خلاء میں اُنگلیوں کی لرزشوں نے جال پھیلائے
نگاہوں سے جو چُھپ کر ذہن کے گوشوں میں در آئے
کمر میں کردھنی کی کسمساہٹ سلوٹیں لرزاں
یہ پیراہن ہے یا اُمڈا ہوا ہے بحرِ بے پایاں
کھنکتی چوڑیاں، جھومر کی لے، پائل کے نغمے ہیں
لچکتے جسم سے نغموں کے سوتے پھوٹ نکلے ہیں!

*

تجوری

عفت موہانی

اُس نے اُسے پہلی بار کلب میں دیکھا تھا!۔ چند دن پہلے کوئی اُس کا نام بھی نہیں جانتا تھا!۔ اچانک ہی وہ کلب میں آیا اور ایک حسین سی مہک کی طرح سارے کلب میں پھیل گیا!۔

دوسرے دن شمی اُسے ملانے لے گئی۔ وہ سب ایک مخصوص گیم کھیل رہے تھے! ایک دائرہ میں کرسیاں بچھا دی جاتیں درمیان میں رقص کا ریکارڈ بجتا اور ایک کھلاڑی کسی قسم کا پیکٹ لئے رقص کرتا۔۔۔ جیسے ہی موسیقی ختم ہوتی، پیکٹ کسی پر اُچھال کر کھلاڑی اپنی کرسی میں گر جاتا۔۔۔ پیکٹ سے جو کچھ بھی برآمد ہوتا وہ سب کھلاڑیوں میں بٹ جاتا! اُسے یہ گیم شروع ہی سے ناپسند تھا!۔ اکثر پروفیسر آلو کے نام مردہ چھپکلیاں اور چوہے نکلے تھے!۔

"تم چلو تو۔" شمی کہہ رہی تھی۔ "نیوی سے چھٹی پر آیا ہوا ہے۔ مل کر تو دیکھو پرنس سے! بھول جاؤ گی اپنی پچھلی پلاٹن کو۔"

"ہُنہ!۔" مس عزت عبداللہ نے غرور سے اپنے مخصوص انداز میں گردن اکڑا لی۔ "ایسے ایسے پرنس میرے سینڈل صاف کیا کرتے ہیں۔"

مگر شمی اُسے کھینچ ہی لے گئی۔ گیم کے بعد پروفیسر آلو اُٹھ کر جا رہے تھے۔ "مردہ مینڈک!" کسی نے قہقہہ لگایا!۔

اور پھر دوسرے گیم میں عزت کو شریک کر لیا گیا!۔

"پیکٹ!۔" افسر نے یاد دلایا۔

"اوہ۔۔۔ ہاں۔۔۔ پیکٹ۔۔۔ ابھی لایا۔" وہ برآمدے میں نکل آیا۔ اور پھر واپسی پر اس کے ہاتھ میں کافی وزنی پارسل دیکھ کر شمی مسکرائی۔

"تحفۂ محبت!۔" شاہد ایک آنکھ دبا کر بولا۔

"ہاں!۔" پرنس مسکرایا۔ کھیل کے ختم پر اُس نے قصداً پیکٹ عزت پر اُچھال دیا!۔ شمی جھینپی۔ عزت نے پروقار انداز میں اُسے کھولا۔ ایک موٹی سی کالی بلّی غراتی ہوئی اندر سے نکلی! عزت چیخ مار کر بدحواس برآمدے میں بھاگی! اُدھر پرنس کی لکا بوٹی اُڑتی رہی۔۔۔ "بلّی!۔" پیچھے سے قہقہے لگے۔ عزت کا خون کھول رہا تھا!۔ کیسا چالاک ہے۔ کبھی چوہے تو کبھی بلّی! اچانک اُسے شاہد کے الفاظ یاد آئے۔۔۔ تحفۂ محبت۔ کالی بلّی۔۔۔ ہُنہ!۔ عزت کی گردن اکڑ کر رہ گئی!۔

برآمدے کے سرے پر اس کا سایہ دکھائی دیا۔ طیش کے مارے عزت کھڑی ہو گئی!۔

"اوہو۔ بیٹھئے۔۔۔ بیٹھئے نا۔۔۔ میں ایسی تعظیم کا مستحق کہاں ہوں۔۔۔ میں تو۔ یونہی اِدھر نکل آیا۔۔۔ صرف

دو ماہ کی چھٹیاں ہیں۔ پھر چلا جاؤں گا ... بہت بے تکی سروس ہے ... مہینوں نیلا آسمان' نیلا سمندر - زمین دکھائی ہی نہیں آتی ... اُف فوہ !۔ مجھے اچھے ساتھیوں کی تلاش ہے!"

"اچھا !" عزت نے دانت پیسے !۔

"جی ..." وہ بغیر سانس لئے بول رہا تھا ! "مگر تشریف رکھئے ... آپ پر یہ لباس کتنا پیارا لگ رہا ہے !۔ کوئین چارمنگ ..." اُسنے بڑی رومانی سسکی بھری - "آپ بہت سوئیٹ ہیں !!"

وہ پرنس کی راہ پر چل پڑی - جس نے دیکھا - متحیر رہ گیا !۔

"ہُنھ !" افسر خاص ادا سے پورا سر ٹیڑھا کر لیتا -

"فلرٹ !... پرنس اس کی دولت پر لٹو ہے !۔"

"سونے کی چڑیا اُڑ گئی ... ڈیئر ... پنجرہ خالی ہے !"

اختر سدا کا حاسد تھا - کسی کی خوشی تو دیکھ ہی نہ سکتا !۔

شمی بالکل چپ تھی !... جیسے اپنی مسکراہٹیں ' اپنی خوشیاں ... کہیں رکھ کے بھول گئی ہو ! پہروں چپ چاپ تنہا بیٹھی سوچتی رہتی ! اس کی پلکوں پر ستارے جگمگاتے ! اور شاہد چھیڑتا !۔

"محبت ایسی ہی ہوتی ہے ... شمی ڈیئر !۔ آنکھوں میں آنسو ضرور آجاتے ہیں !"

"میری محبت ایسی نہیں جو پانی بن کر بہہ نکلے' میری محبت پتھر ہے پتھر - مگر ... آدمی کا کتا پن - جو ایک کے سامنے سے اُس کا حصہ کھینچ لیتا ہے -"

"یہ سب بھول جاؤ شمی !... وہ تمہیں نہ مل سکے گا! یہ فارن افسر -" اور اختر منہ ہی منہ میں گالی دیتا -

شمی کا دل دُکھ جاتا !۔ کیوں یہ سب لوگ بدشگونی کرتے ہیں۔ وہ تقدیر پر بھروسہ کرتی تھی ... کیا پتہ - انجام کیا ہو !۔

پرنس اس کی آنکھوں کو دیکھ کر فقرے کستا !" ارے! اُف فوہ - یہ ترقی پسند ... پاگل لڑکیاں ... یہ سمجھتی ہیں ... ہمیں لفٹ نہ دیں گی تو ہم ... آہیں بھریں گے ... آنسو بہائیں گے ... شاعری کرنے لگیں گے !۔"

"مگر تم نے ... شمی سے ... قول ہارے تھے !" افسر بڑا فرض شناس تھا !۔ سب کو یہ سعادت سکھاتا رہتا !۔

"اس کے نام جملہ حقوق محفوظ تو نہیں کر دئے تھے" عزت بکتی !۔

"معاف کیجئے گا ! مجھے پتہ نہ تھا کہ آپ کے نام محفوظ کر دئے ہیں !" افسر جل مرتا !۔

"شٹ اپ !"

"بلّی !"

"ہائیں ہائیں !" دوسرے دوڑ پڑتے -

کلب میں ان کے بارے میں خبروں کی لہریں اُٹھتی بیٹھتی رہیں !۔ اور پھر ... سناٹا چھا گیا -

پرنس اُلجھن میں مبتلا ہو جاتا !۔ وہ سب کیوں شمی کے پرستار تھے !... اور یہ عزت - وہ اُسے سمجھ نہ سکا تھا !۔ جو خواہ مخواہ شمی سے خار کھاتی ... اس شام پھر ... عزت نے شمی پر حلہ بول دیا -

"بھک منگی ..." وہ بڑبڑا رہی تھی ! "ارے ... اُدھر کیا دیکھ رہے ہو ... مینڈولن ہی تو بجا رہی ہے ... جمعدار کی چھوکری' چھی !"

"دلوا دیجئے پھر کچھ --" افسر جھگڑ پڑا ۔ شمی نے تان اونچی کر دی !۔

"اب میں اس کلب کی صورت نہ دیکھونگی !" عزت پھنکارنے لگی !۔

"بلیاں جھوٹا کھانے کے لئے آہی نکلتی ہیں !" افسر پرے کھسک کر بولا ۔ شامت !۔ پرنس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کا شبہ ہوا !... شمی نے منہ پھیر لیا ۔ اور عزت چنچنانے لگی !۔ طیش کے مارے آگ بن گئی جیسے کسی نے ناگن کی دُم پر پاؤں رکھ دیا ہو !۔ شاہد پوری بتیسی نکال کر ہنستا تھا .... آوارہ کہیں کا ۔

پرنس اُسے اس فضا سے نکال لے گیا ۔ جس رفتار سے کار دوڑ رہی تھی !۔ قہقہے اُسی رفتار سے پیچھے بھاگے آرہے تھے !پرنس نے کار سمندر کے کنارے روک دی !۔ عزت ہانپ رہی تھی ! مگر پرنس .... بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا ! شمی ... سب کی محبوب تھی ' وہ خاص حسین بھی نہ تھی ...... مگر پر محبت اور ... مجسم مسکراہٹ .... عزت ! الٹرا موڈرن ! تہذیب جدید کی برکتوں سے "مالامال" ! کبھی پیار بھری ہنسی کی کھن کھناہٹ ... دولت کی کھن کھن سے زیادہ پیاری لگتی ہے ۔ پرنس نے لمبی سی سانس لے کر چہرہ پھیر لیا !

"آوارہ کہیں کی ۔" عزت اُبل رہی تھی !۔ "بتاؤ نا۔ کیا تم صرف پیار سے بہل جاتے ۔" وہ خاموش تھا !۔

"ادھر دیکھو ! پرنس .... یہ تم گنوار لڑکوں کی طرح جھجکتے کیوں ہو ؟ ... تم سے محبت کرتی ہوں .... میں تمھارے قدموں میں دولت کے انبار لگا دونگی !"

"دولت کے انبار ۔ !" وہ مسکرایا ۔

"آب ۔ یہ جدائی برداشت نہیں ہو سکتی ! کہدو ۔ ایک بار ۔ صرف ایک بار .... میں تمھارے لئے سب کچھ کر سکتی ہوں !۔ میں تمھاری ہوں !۔ یہ ہوا ... یہ سمندر کا کنارہ ۔ تنہائی ... تم کیا سوچ رہے ہو .... پپ ... پاس ... !۔"

وہ بالکل ہی بے ضبط ہو گئی ۔ پرنس بوکھلا کر اُٹھ کھڑا ہوا ۔

اور ایک شام وہ جھتے سے بچھڑے ہوئے بھولے بھالے کبوتر کی مانند پھر کلب کے ساتھیوں سے مل گیا ... اداس اور اکیلا ... جیسے شمی کی ہمدردیاں چاہتا ہو ! شمی اب بھی خاموش تھی ..... مگر .... اس شام وہ جو نغمہ بجا رہی تھی ... اس کا سوز بالکل نیا اور دلکش تھا !۔

اور پھر عزت عبداللہ بھی پہونچ گئی !۔

"کلنکنی !" اُس نے بھرپور گالی دی !۔

شمی کانپنے لگی ! عزت اس پر جھپٹی ہی تھی کہ پرنس نے اُسے بازو پر روک کر پیچھے ڈھکیل دیا !۔

"کلنکنی وہ نہیں تم ہو !۔ وہ محبت کرتی ہے ۔ محبت کی توہین نہیں کرتی .... اور تم نے ۔ خود کو ۔ میرے لئے پیش کر دیا تھا ... شمی ! میری ہے !" پرنس بولا ۔ شمی کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے ... خوشی کے موقعے پر بھر آنے والے حسین آنسو ۔

"چیرئیو ۔ ونڈرفل ۔" افسر قلابازی کھا گیا ۔

"فریب ... دھوکا !" عزت کی آنکھیں اُبل پڑیں !۔

"دھوکا ۔ ہُنہ !" پرنس نے شرارت سے اس کے مخصوص انداز میں گردن ٹیڑھی کر لی ۔ "دھوکا تو تم دیتی آئیں

مس عزت ..... اپنی دولت اپنے پاس رکھو۔ مجھے بیوی چاہیئے ــ تجوری نہیں !"

"کمینے ..... ذلیل ..... میں تم پر مقدمہ چلادوں گی!"

عزت طیش میں ناچ رہی تھی ــ

پرنس شنی ان سُنی کر کے شمی کی طرف مڑا ۔ جو خاموش کھڑی آنسو بہارہی تھی ــ اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا ــ پھر پیار سے بولا ــ

"اَب آنسو پونچھ لو ــ آؤ چلیں !!"

قاسم کا لطیفہ

دو فلسفی شہر میں داخل ہوئے ... رات ہو گئی تھی! چاند نکل آیا تھا! ۔ دونوں چلتے چلتے" رُک گئے ۔

ایک نے کہا۔ "واہ ..... یہ منظر کتنا خوشنما ہے ... چاند کتنا حسین معلوم ہو رہا ہے!"

دوسرا ناک بھوں سکوڑ کر بولا ۔ "اوّل تو اتنی سی بات کے لئے اتنے بہت سے الفاظ استعمال کرنا ہی حماقت ہے اور دوسرے تم وثوق کے ساتھ کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ چاند ہی ہے ــ!"

"اچھا تو پھر ــ کیا تم اسے سورج ثابت کر سکو گے" پہلے نے بھی نتھنے پھلائے ــ !

"نہ چاند نہ سورج ــ" دوسرا متفکرانہ انداز میں بولا "سب سے پہلے ہمیں یہ ثابت کرنا پڑیگا کہ یہ دن ہے یا رات! ۔ اگر دن ہے تو سورج ہے .... اور اگر رات ہے تو پھر چاند ہی ہوگا ــ!"

"دیکھو بھئی ــ" پہلا بولا "کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ عام آدمیوں کی طرح بھی گفتگو کی جائے ــ!"

"مجھے افسوس ہے ــ!" دوسرے نے بُرا سا منہ بنایا! "ہمارے علم نے ہمیں زندگی سے کتنا دور کر دیا ہے! ہم چاند کے حُسن سے لطف اندوز ہونے کی بجائے یہ سوچنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ چاند ہے بھی یا نہیں ــ!"

"جاہلوں کی سی باتیں نہ کرو ــ!"

پہلے کو غصّہ آگیا اور اُس نے کڑک کر کہا۔ "تمہیں ثابت کرنا پڑیگا کہ یہ جاہلوں کی سی باتیں ہیں!"

بات بڑھ گئی ..... دونوں جھگڑتے رہے ..... بال کی کھال کھینچی جانے لگی ..... کسی نہ کسی طرح یہ ثابت ہوگیا کہ وہ جاہلوں ہی کی سی باتیں تھیں! پہلے فلسفی نے پھر چاند کا مسئلہ اُکھاڑ لیا ۔ وہ کہہ رہا تھا کہ یہ ثابت کئے بغیر بھی کہ یہ دن ہے یا رات چاند کی ماہیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا

ایک لحیم شحیم رنگیر رک کر دیر سے اُنکی جھڑپیں دیکھ رہا تھا! یہ تھے میاں قاسم! یہ بھی آج ہی اس شہر میں وارد ہوئے تھے! دفعتاً دوسرے فلسفی نے جھلا کر کہا۔ "اچھا اب یہ عام آدمی ہی اِس بات کا فیصلہ کریگا کہ یہ چاند ہے بھی یا نہیں!" پھر وہ قاسم کی طرف مڑ کر بولا "کیوں جناب ــ کیا یہ آسمان پر چمکنے والی چیز چاند ہی ہے ــ!"

قاسم اس اچانک تخاطب پر گڑبڑا گیا! ــ

"جج ــ جی ــ ہی ہی ..... بھلا میں کیا ..... بتا سکوں گا بھائی صاحب ..... میں بھی پردیسی ہوں ــ یہاں کے کسی آدمی سے پوچھیئے ..... اچھا ــ سلاما لیکم!" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں سر کھجا کر رہ گیا

آپ کے صفحات

اِس بار بھی خدا کے فضل سے خطوط کا انبار موجود ہے ... کوشش کر رہا ہوں کہ اِن میں سے ایسے سوالات منتخب کر سکوں جو سب کی دلچسپی کا باعث بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں —— ہاں ایک اشد ضروری بات اور نوٹ کیجئے —— اُن خطوط پر تبصرہ نہیں کیا جائیگا جن میں لکھنے والے کا نام اور مکمل پتہ درج نہ ہو —— ان صفحات کے لئے خطوط لکھتے وقت اس کا خیال ضرور رکھئے —— اور لفافے کے کسی گوشے پر "آپ کے صفحات" بھی تحریر فرمائیے ——

ابنِ صفی

ساجد شفیع صاحب نے دیناج پور سے ایسا خط لکھا ہے کہ اِن پر ازالۂ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کیا جا سکتا ہے اسی لئے انھوں نے نہ تو اپنا صحیح نام لکھا ہے اور نہ پورا پتہ! بہرحال ——

ج —— ساجد صاحب (یا جو بھی آپ کا نام ہو) آپ کا خط بہت طویل ہے ... پھر بھی کوشش کروں گا کہ آپ پر تاؤ کھائے بغیر آپ کے سوالات کے جواب دے سکوں .... آپ کو فرہاد ۵۹ء اس لئے پسند نہیں آیا کہ اُس میں دھول دھپہ نہیں تھا .... پوری کہانی مذاحیہ تھی .... لیکن آپ اسے ثابت نہ کر سکیں گے کہ اُس میں جاسوسیت نہیں تھی! ایک ہی ڈھرے کی کہانیاں لکھتے رہنا اپنی تیرا اپنے ہی ہاتھوں کھودنے کے مترادف ہے — لہٰذا میری ہر کہانی آپ دوسری سے مختلف پائیں گے - یہی وجہ ہے کہ بحمد اللہ آج تک بڑھتا جاتا ہوں ..... ایک ہی ڈھرے کی کہانیاں لکھی ہوتیں تو آپ کے قول کے مطابق آج "ببل ٹائیگر" کی گیٹ کیپری ہی کرتا ہوا نظر آتا ......

دوسری بات :— نقالوں کے متعلق مجھے اسی وقت کسی قسم کا اعلان کرنا پڑتا ہے ... جب اس سلسلے میں میرے پڑھنے والے مجھے بور کرنے لگتے ہیں .... ہر ایک کے خط کا جواب کیسے ممکن ہے — اعلان ہی میں عافیت نظر آتی ہے —— !

سُلطان الاسلام صدیقی صاحب لاڑکانہ سے لکھتے ہیں "سوال وجواب کے صفحات بھی بڑھائیے تو بہتر ہے — دلچسپی بڑھ جائے گی !"

ج — سلطان میاں !۔ میں تو ایسی چیزیں پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں جو عام طور پر نہ ملتی ہوں ....

پھر ویسے بھی پٹی پٹائی راہوں پر مجھ سے تو نہیں چلا جاتا!۔

"سوال و جواب" کا سلسلہ شروع کیا تو پھر مجھے "صیغہ اور سنتوش" پر بھی ریسرچ کرنی پڑے گی — لیکن یہ میرے بس سے باہر ہے !۔

مجید احمد صاحب جھنگ سے لکھتے ہیں! "واہ بھئی صفی صاحب ... خوب اُلو بنایا — آپ کے میگزین ایڈیشن میں جاسوسی کہانیاں تو تھیں ہی نہیں — پھر اس رسالے کا نام جاسوسی دنیا کیوں رکھا ہے —!"

ج — یہ سوال واقعی بڑا بیڈھب ہے — مجید صاحب! لیکن آپ نام کی پرواہ مت کیجئے ....! میں ایک ایسے عبدالرحمٰن سے واقف ہوں جو ہر وقت غضبناک رہتے ہیں! ایک ایسے سلیم الدین سے واقف ہوں جو بہت بیہودہ ہیں! ایک ایسی نور النساء سے واقف ہوں جو بالکل سیاہ فام ہیں — ایک ایسے دلاور علی کو جانتا ہوں جو اندھیرے میں کالی بلی دیکھ کر بیہوش ہو جاتے ہیں — ایک ایسے محب الدین سے واقف ہوں جو کثرت سے شراب پیتے ہیں! پھر یار جاسوسی دنیا کے نام اور مواد پر خفگی کیوں؟ — البتہ میرا نام اسرار ہے اور میں پر اسرار کہانیاں لکھتا ہوں (خدا مجھے معاف کرے)

خلیل اللہ خاں صاحب حیدرآباد کو قاسم کا "سالے ابا جان" کہنا ناگوار ہے ..... اُن کا خیال ہے کہ یہ نئی پود کے لئے مضرت رساں ہے (لا غالباً نئی پود بھی "سالے ابا جان" کہنے لگے گی)

ج — خلیل صاحب میری دانست میں تو یہ سخت گیر قسم کے "ابا جانوں" کے لئے تازیانۂ عبرت ہے! ایسے ابا جانوں کے فرزندان ارجمند پیٹھ پیچھے اُن کے متعلق کیسی رائے رکھتے ہیں — اُن کے علم میں ضرور آنی چاہئے — ! اب کیا خیال ہے آپ کا — قاسم کی نشوونما کس قسم کے ماحول میں ہوئی ہے اس پر ضرور غور کیجئے — مجھے بھی کرنا پڑتا ہے! ورنہ کردار نگاری کا خون ہو جائے — ! میری کہانیوں کی پسندیدگی کا شکریہ !۔

محمد حسین صاحب ناظم آباد کراچی نے ایک طویل خط لکھا ہے — انھیں شکایت ہے کہ حمید فریاد ۵۹ء میں بہت زیادہ سنجیدہ ہو گیا ہے — یہ چیز انھیں کھلتی ہے!

ج — جی ہاں —! حمید اس کہانی میں سنجیدہ ہو گیا ہے — کیوں نہ ہوتا جبکہ وہ فریدی کی پوری پوری نقل اُتارنے کی کوشش کر رہا تھا — یہ نکتہ میں نے کہانی میں بھی پیش کیا ہے — شائد آپ نے غور نہیں کیا — اور غالباً حمید کی یہ کمزوری بھی آپ کو یاد نہیں کہ اُس پر اکثر سنجیدگی کے دورے پڑتے ہیں — اس کا حوالہ بھی کہانی میں موجود ہے! — اتنی زیادہ "ہیرو پرستی" بھی اچھی نہیں کہ آپ کہانی کے دوسرے پہلوؤں کو نظر انداز کر کے صرف ہیرو کے کارناموں ہی پر نظر رکھیں —!

علی حماد صاحب جہلم سے تحریر فرماتے ہیں — کبھی آپ سگریٹ کو مؤنث لکھتے ہیں اور کبھی مذکر!۔ اس کی کیا وجہ ہے —!

ج — بس کیا بتاؤں حماد صاحب — عموماً سگریٹ کو مذکر ہی لکھنے کا عادی ہوں — لیکن اگر کبھی کسی محترمہ کو سگریٹ پیتے دیکھ لیا تو اتنی شدت سے متاثر ہوتا ہوں کہ کچھ عرصہ تک سگریٹ مؤنث ہی رہتی ہے —!

انوار احمد صاحب نے کراچی سے تحریر فرمایا ہے

"صفی صاحب آپ پیتے بھی ہیں یا نہیں...... میرا خیال ہے کہ پیئے بغیر... اتنے زوردار ناول لکھے ہی نہیں جا سکتے ـــ!"

ج ـــ نہیں پیارے بھائی.... ٹھنڈے پانی یا گرم چائے کے علاوہ اور کچھ نہیں پیتا!۔ البتہ سر کے بال ضرور بڑھاتا ہوں ـــ تاکہ دور ہی سے لوگ پہچان لیں کہ وہ آرہا ہے بہت بڑا آرٹسٹ!۔ ویسے یہ بھی ایک مجبوری ہے ـــ اصلاح سازوں کی کرسی مجھے کاٹتی ہے ..... بندھ کر بیٹھا نہیں جاتا... اگر کبھی کسی دوست کو تاؤ آگیا تو زبردستی پکڑ کر "حجامت" بنوا ہی دیتا ہے! لیکن اس کی نوبت چار ماہ سے پہلے نہیں آتی .... (خدا کا شکر ہے کہ اس عالم میں بھی کان پر جوں نہیں رینگتی)

از لاھوریات ـــ (پتہ نہیں یہ کیا ہے؟ نام ہے.... یا کچھ اور۔ بہرحال لاحول ولاقوۃ۔ ایک خط ہے جس کے آخیر میں "از لاھوریات" تحریر ہے۔ اس بار ایسے کسی خط کا جواب دیا جا رہا ہے..... آئندہ براہ کرم نام اور پورا پتہ ضرور لکھئے ورنہ جواب نہیں دیا جائے گا ـــ!)

ج ـــ آپ جو صاحب بھی ہوں پہلے یہ بتائیے کہ آپ پر تشدید کا بھوت کیوں سوار ہے .... پورے خط میں شائد ہی کوئی ایسا لفظ ہو جس پر آپ نے تشدید نہ چڑھا رکھی ہو ـــ بس یہ معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے آپ پر تشدد کر کے یہ خط لکھوایا ہے ـــ پیارے بھائی ـــ بور نہ کرو ـــ عمران کا ناول "دلچسپ حادثہ" ضرور پسند آئے گا ـــ اور اُس کے بعد جاسوسی دنیا کا خاص نمبر شائد آپ کی کئی بہت پسندیدہ کہانیوں سے بھی آگے بڑھ جائے ـــ! ٹائیٹل ڈیزائنوں کے متعلق بھی آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کی جائے گی!ـــ اچھا پیارے "لاھوریات" خدا حافظ......!

محمد عباس زیدی صاحب نے لاہور سے مجھے سال نو کی مبارکباد دیتے ہوئے اُن صاحب کو پھٹکارا ہے جنھوں نے جنوری کے میگزین ایڈیشن میں فلمی قسم کے سوالات کے جواب مانگے تھے!۔

ج ـــ عباس میاں! مجھے سال نو کی مبارکباد دے رہے ہیں آپ ـــ مجھے افسوس ہے! ارے بھائی! میری زندگی میں ایک سال اور کم ہوگیا ـــ ہمدردی ظاہر کیجئے نہ کہ مبارکباد......

اُن صاحب پر خفا ہونے کی ضرورت نہیں جنھوں نے فلمی قسم کے سوالات کئے تھے! اب نہیں کریں گے! شائد انھیں اندازہ نہیں تھا کہ ان صفحات کی نوعیت کیا ہوگی!۔

ایک نامعلوم فین :۔ خط کی عبارت بزبان انگریزی (ٹائپ میں)

مفہوم :۔ (ایک مناجاتی جملہ) یہ مناجات نیدرلینڈ سے آئی ہے ـــ خط میں کہا گیا ہے کہ جس دن مجھے یہ خط ملے گا اُس کا چوتھا دن میرے لئے خوش نصیبی لائیگا (اس خط کو ملنے کے ۹۶ گھنٹے کے اندر ہی اندر اُسکی بیس عدد کاپیاں دوسرے افراد تک پہونچ جانی چاہئیں.... ورنہ نفس مضمون کے مطابق میں مر جاؤں گا) (باقی صفحہ ۹ کالم ۲ پر)

جاسوسی غزل

سہیل اقبال بڑا اچھا شاعر ہے ... مذاق ہی مذاق میں اُس سے ایک
جاسوسی غزل کہلوائی تھی! دیکھئے تو ــــ کیسی رہی!۔

ابنِ صفی

نہ خار گل کا، نہ گل نوکِ خار کا قاتل
ہوس کا رنگ ہے ایدوست پیار کا قاتل

فسردہ رنگ کی کلیاں یہ راز کہتی ہیں!
کہ دودِ شمع ہے ابرِ بہار کا قاتل

شمیمِ گل کے لئے تھی ضرورتِ خوشبو
چمن ہے، نکہتِ گیسوئے یار کا قاتل

غمِ جہاں ہے، محبّت کی تلخیوں کا جواب
غمِ حبیب، غمِ روزگار کا قاتل!

وہ جس کو جانِ نظارا بھی لوگ کہتے ہیں!
وہی تو ہے مرے صبر و قرار کا قاتل

تمام رات اسی انتظار میں گذری!
کوئی تو ہوتا شبِ انتظار کا قاتل

کوئی تبسّمِ رنگیں سے گل کھلاتا ہے
کسی کا نالہ بنا ہے بہار کا قاتل

عجیب طرح سے احباب نے فریب دئے
سہیل خود تو نہ تھا، اعتبار کا قاتل

سہیل اقبال

بھارت میں اس کہانی کے حقوق اشاعت جناب عباس حسینی صاحب مدیر ماہنامہ نکہت" الہ آباد کے نام محفوظ ہیں

شکرال کی دوسری کہانی

گلترنگ

ایرج اور عقرب کا دوسرا کارنامہ ملاحظہ فرمائیے !۔
کوشش کر رہا ہوں کہ اس سلسلے کی کہانیاں ایک بالکل ہی نئے قسم کا ٹیسٹ پیدا کریں
کہانی کے دو کردار ایرج اور عقرب سے ایک شخصیت بنتی ہے۔ ورنہ تنہا ایرج
صرف قوت ہے ...... اور تنہا عقرب صرف عقل !۔

ابن صفی

(۱)

گلتر نگ کا میلہ شکرال میں بڑی اہمیت رکھتا ہے ..... ! شکرال کی ساری بستیوں کے باشندے سیکڑوں میل کا سفر طے کر کے یہاں آتے ہیں اور پندرہ دن تک مختلف قسم کی رنگ رلیاں جاری رہتی ہیں!

گلتر نگ کے علاقے سے زیادہ پُر فضا مقام سارے شکرال میں کوئی دوسرا نہیں ..... اسے تو بس گلاب کا جنگل ہی کہنا چاہئے ... پہاڑیاں خشک اور آنکھوں میں درد پیدا کر دینے والی نہیں ہیں ! جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے چشمے پھوٹتے ہیں اور اُن کا شفاف پانی گلاب کی جھاڑیوں کے گرد پتلی پتلی نالیوں میں بہتا پھرتا ہے ..... بعض جگہ کے پانی سے تو تازہ گلابوں کی مہک آتی ہے ...... !

یہاں ایک زیارت گاہ بھی ہے اور یہ میلہ یادگار کے طور پر منعقد ہوتا ہے ! شکرال کے ہر حصے کے لوگ قافلہ در قافلہ یہاں آتے ہیں ..... گلاب کی جھاڑیوں کے درمیان جگہ جگہ خیمے نصب کئے جانے لگتے ہیں اور سارا بن آوازوں سے گونج اُٹھتا ہے ...... !

دوکانیں سجتی ہیں ... اور خیموں میں کرگٹ* جمائے جاتے ہیں ! ۔ جدھر بھی نظر اٹھاؤ بھانت بھانت کے اکھاڑے نظر آئیں گے — کہیں کشتی ہو رہی ہے — کہیں گھوڑ سواری ..... کہیں تلوار کی کاٹ کے جوہر دکھائے جا رہے ہیں اور کہیں رائفل اور پستول سے نشانہ بازی کے مظاہرے ! ۔

رقص و سرود کی محفلوں کا کیا پوچھنا ! ۔ سال میں شائد یہی پندرہ دن بے فکری کے معلوم ہونے لگتے ہیں ! ۔ ہر طرف راوی عیش ہی عیش لکھتا ہے — !

پھر شائد ہی کوئی سال ایسا جاتا ہو جب یہاں خون کی ہولی بھی نہ ہوتی ہو ..... چشموں کے شفاف پانی میں سُرخ دھاریاں نظر آنے لگتی ہیں ..... گلاب کراہتے ہیں اور خوشبوئیں روتی پھرتی ہیں ! ۔

اگر ایک ہی بستی کے دو فریق ٹکراتے ہیں تو بات زیادہ نہیں بڑھتی ...... آگ تو اُس وقت لگتی ہے جب دو مختلف بستیوں کے افراد کا ٹکراؤ ہو جائے — گلترنگ لہو ترنگ بن جاتا ہے ..... ساری بستیاں سرگرم

* ہوٹل قسم کی تفریح گاہ ... جہاں شراب بھی فروخت ہوتی ہے — اور ناچنے والی لڑکیاں بھی ہوتی ہیں ! ۔

کار زار ہو جاتی ہیں۔ کسی نے ایک بستی کا ساتھ دیا کسی نے دوسری کا!۔

جتنی دیر میں زیارت گاہ کا درویش اپنے حجرے سے باہر آتا ہے سیکڑوں لاشیں گر جاتی ہیں!۔

لیکن جس تیزی سے آگ بھڑکتی ہے اُسی تیزی سے سرد بھی ہو جاتی ہے.... جہاں درویش کے خدام نے نیزوں پر کٹالیاں[1] بلند کیں اور درویش کے نام کے نعرے لگائے اُٹھتے ہوئے ہاتھ رُک جاتے ہیں... حملے ادھورے ہی رہ جاتے ہیں!۔

پھر صرف تین چار گھنٹے تک تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے واقعی کوئی بڑا حادثہ ہو گیا ہو! لیکن اس کے بعد۔ وہی رنگ رلیاں...... جیسے کوئی بات ہی نہ ہو!۔

اِس بار یہ میلے کا پانچواں دن تھا! لیکن ابھی تک فضا چیخوں اور کراہوں سے نہیں گونجی تھی۔ گیتوں اور قہقہوں کے ساتھ گلاب کی لپیٹیں رقص کرتی پھر رہی تھیں!۔

رقاص لڑکیاں ناچ ناچ کر تھک جاتیں لیکن تماشبینوں کے مجمع میں کمی نہ ہوتی.... تیماں[2] کے دور اس طرح چلتے جیسے آسمان سے برس رہی ہو!۔

اِس بار مقلاقی کے اڈّے پر بڑی رونق تھی!۔ لیکن یہ کسی سردار یا خان کا اڈّہ نہیں تھا بلکہ ایک "خیرہ سر" کا ڈیرہ تھا!۔

یہ "خیرہ سر" بھی عجیب ہوتے تھے! چھیڑ چھیڑ کر لڑانا اِن کا محبوب مشغلہ ہوتا! خود ہی ایسے حالات پیدا کرتے کہ دوسرے بھی کٹ مرنے پر آمادہ ہو جائیں.... اُنھیں نہ اپنی بے عزتی کا ڈر ہوتا اور نہ دوسرے کی عزت کا پاس! سر ہتھیلی پر لئے پھرتے... لوٹ مار ذریعہ معاش ہوتی.... ایسے لوگ تنہا نہیں ہوتے تھے اِن کے ساتھ "حرام خوروں" کی خاصی بڑی بڑی بھیڑ بھی ہوا کرتی تھی.... اکثر یہ خیرہ سر بستیوں کے سرداروں بھی ٹکرا جایا کرتے.... اس صورت میں یا وہ خود فنا ہو جاتے یا اُسی کو موت کے گھاٹ اُتار دیتے —!

لیکن یہ مقلاقی خیرہ سر!....

اِس سے شکرال کی ساری بستیوں کے سردار بھی خائف رہتے تھے کیونکہ یہ چھ اُنگلیوں والا تھا... ایسے لوگ جو چھ اُنگلیاں رکھتے ہوں شکرال میں ششنگشت[3] کہلاتے ہیں جس گھر میں کوئی چھ اُنگلیوں والا بچہ پیدا ہو جائے اُس کی خوش نصیبی کا کیا کہنا —— چھ اُنگلیوں والا بچہ عزت و توقیر... دولت اور امارت کا پیغامبر سمجھا جاتا ہے — انتہائی نحیف و نزار ہونے کے باوجود بھی ایسا کوئی بچہ پورے شکرال پر حکومت کر سکتا ہے! لوگ اپنے ایسے بچوں کو

---

[1] مقدس نشان

[2] ہلکی قسم کی شراب جو مقامی غلے بھورے دانہ سے کشید کی جاتی ہے۔

[3] ہو سکتا ہے کہ یہ "شش انگشت" کا مخفف ہو!۔

عموماً درویش بناتے ہیں اور شکرالیوں پہ اِن کا خون حرام ہوتا ہے... کوئی انھیں قتل نہیں کر سکتا خواہ یہ کچھ بھی کرتے پھریں......!

لیکن یہ مقلاقی چھ انگلیوں والا...!

یہ درویش نہیں ۔ "خیرہ سر" تھا... شکرال کی تاریخ میں پہلا چھ انگلیوں والا... جو امن کی بجائے فساد کا پیامبر سمجھا جاتا تھا!۔

اِس بار چونکہ یہ بھی میلے میں آیا تھا اس لئے کسی مقلاقی سردار نے یہاں آنے کی ہمت نہیں کی تھی — یہ ضیغم خیرہ سر ایسا ہی تھا کہ مقلاق کا خان بھی اس سے پناہ مانگتا تھا... اگر یہ غیر ذمہ دار اور اوباش نہ ہوتا تو شاید مقلاق پر اسی کی حکمرانی ہوتی ...... طاقتور بھی تھا اور اپنے ہی جیسے مصاحب بھی رکھتا تھا...... بس دیوانوں کے ایک گروہ کا سردار تھا!۔ مقلاق کے متمول لوگ اُس کے خراج گذار تھے... خود مقلاق کے خان اعظم نے اُس کا وظیفہ مقرر کر رکھا تھا! — مگر یہ صرف چھٹویں اُنگلی کی کرامت تھی ورنہ وہ کبھی کا مار ڈالا گیا ہوتا!۔

شکرالیوں کے عقیدے کے مطابق شنگشت کی موت قحط اور وبائیں لاتی ہے جس زمین پر اُس کا خون گرتا ہے اُس کی کھیتیاں ژالہ باری کی نذر ہو جاتی ہیں... جس ندی میں اُسے غرق کیا جاتا ہے اُس کا پانی پہاڑوں کی چوٹیوں پر یلغار کر دیتا ہے!۔

اِس بار میلے میں بڑے بڑے ہیکڑ سردار بھی اپنے خیموں سے نکلتے وقت یہ دیکھ لیتے تھے کہ اُن کی چال ڈھال سے اکڑفوں تو نہیں ظاہر ہوتی — ! مقلاق کے علاوہ دوسری بستی والوں کو علم ہوتا کہ گلترنگ کے میلے میں ضیغم خیرہ سر بھی موجود ہوگا تو اُن میں سے بہتیرے محتاط لوگ ادھر کا رُخ ہی نہ کرتے — مگر اَب تو آ ہی پھنسے تھے!۔ مدّت پوری کئے بغیر واپس چلے جاتے تو زیارت گاہ کی توہین ہوتی!۔

ادھر ضیغم کا یہ حال تھا کہ جس سردار کے ڈیرے کی کوئی رقاصہ پسند آجاتی... اُسے بھری محفل سے کھینچ لیجاتا! اور پھر وہ اُسی کے ڈیرے پر رقص کرتی نظر آتی — ! سردار اور اُس کے مصاحب دم بخود رہ جاتے... بس دل ہی دل میں پیچ وتاب کھایا کریں!۔

پچھلے ہی دن سرخسان کے سردار شرجیل کے ڈیرے میں اُسے غیر ملکی شراب کی چند بوتلیں دکھائی دے گئیں باز کی طرح جھپٹا تھا اُن پر اور زبردستی چھین لے گیا تھا!۔

شرجیل بھی پیچ وتاب کھا کر رہ گیا تھا۔ کچھ بولا نہیں تھا — لیکن آج صبح پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا جب وہ اُس کے ڈیرے کی رقاصہ کو بھی اُٹھا لے گیا — اس نے بڑے غصّے کے عالم میں تلوار کھینچی تھی لیکن اُس کے ایک مصاحب نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا!۔

ضیغم نے وحشیانہ سا قہقہہ لگایا۔"ہاں.... آؤ.... آؤ....!"

لیکن پھر شرجیل کو بھی ہوش آگیا! اور وہ اپنے خیمے کی طرف مڑتا ہوا بڑبڑایا تھا۔"اچھا — اب میں تجھے کسی شنگشت ہی سے قتل کراؤں گا پہپھی کے بچے!۔"

آواز دھیمی تھی.... اس لئے اُس کا یہ عہد اُس کے مصاحب کے علم میں بھی نہ آسکا!۔

شرجیل کچھ دیر بعد زیارت گاہ میں نظر آیا.... وہ یہاں ضیغم خیرہ سر کی شکائت لے کر آیا تھا!۔

"مقدس درویش —" اُس نے زیارت گاہ کے سب سے بڑے عابد کو مخاطب کیا۔"میں یہ پوچھنے آیا ہوں کہ کسی بدکار شنگشت کے ہاتھوں ہم کب تک ذلتیں اُٹھاتے رہیں گے!۔"

درویش نے اپنے عصا کے سرے پر لگی ہوئی کٹالی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے شرجیل کو غور سے دیکھا اور پھر بولا "تیری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"شنگشت! امن کے پیغامبر ہوتے ہیں! مقدس درویش — لیکن آخر یہ ضیغم خیرہ سر کب تک اپنی چھنگلی انگلی سے ہماری مونچھیں اُکھاڑتا رہے گا —!"

"رب عظیم کی مرضی —!" درویش نے ٹھنڈی سانس لی.... "کچھ نہیں کیا جاسکتا.... ہم پر عذاب نازل ہوا ہے — تم جانتے ہو! مغلاق کا خان اعظم بھی.... اُس کا خراج گذار ہے...."

"اگر کوئی شنگشت ہی اُسے قتل کردے تو......!" شرجیل نے سر اُٹھا کر پوچھا۔

"کیا بک رہے ہو!" درویش نے تحیر آمیز غصیلے لہجے میں کہا۔"پورے شکرال میں اُس بدبخت کے علاوہ کوئی دوسرا ایسا شنگشت نہیں مل سکے گا جو کسی کا خون بہا سکے —!"

"اچھی بات ہے —!" شرجیل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔"میں جانتا ہوں کہ شنگشتوں پر پاک روحوں کا سایہ ہوتا ہے.... لیکن اگر کوئی شنگشت کسی دوسرے شنگشت کا خون بہا ہی دے تو کیا ہوگا — مقدس درویش!۔"

"کچھ بھی نہیں ہوگا — مگر ایسا ہونے کیوں لگا!.... شنگشت درویش ہوتے ہیں اور کوئی درویش اپنے ہاتھوں کسی چیونٹی کی موت بھی پسند نہیں کرسکتا!۔"

"میں سمجھ گیا —!" شرجیل نے سر ہلا کر کہا۔"کوئی شنگشت خون نہیں بہا سکتا! لیکن اگر وہ کسی دوسرے شنگشت کو قتل کردے تو وبائیں نہیں آئیں گی۔قحط نہیں پڑے گا — ژالہ باری نہیں ہوگی.... دریا پہاڑ پر نہیں چڑھ دوڑیں گے —!"

"ہاں یہی بات ہے!...." زیارت گاہ کے سب سے بڑے عابد نے آہستہ سے کہا تھا اور آنکھیں بند کرلی تھیں —!

(۲)

"اُو عیار — اُو ناہنجار — اِدھر کہاں — !" ایرج دہاڑا — لیکن عقرب اپنا تیز رفتار گھوڑا گلترنگ کی راہ پر ڈال چکا تھا ! — وہ سب سے آگے تھا !۔ آٹھ نوجوان کملاکیوں کی ٹولی — شکار کے لئے نکلی تھی! خیال تھا کہ کوہِ ابیض کی ترائی میں جنگلی مینڈھے پکڑے جائیں گے !۔ تجویز بھی عقرب ہی کی تھی — !

"دیکھو — ! اَب دیکھو اِس خنزیر کو !" ایرج نے دوسروں سے کہا !۔ "چلنے سے پہلے کیسی باتیں بنائی تھیں اور اَب بھاگا جا رہا ہے گلترنگ کی طرف — !"

"ارے تو کون سی مصیبت آگئی !" ایک ساتھی بول پڑا ۔ "کیا تم نے گلترنگ نہ جانے کی قسم کھا رکھی ہے !"۔

"اس خبیث نے مجھے دھوکا کیوں دیا !"۔ ایرج نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ارے بس بھی کرو پیارے ...... ایک بار تو گلترنگ کی زیارت کر لو — !"

"سینکڑوں بار زیارت کر چکا ہوں !" ایرج بولا ۔ "لیکن میلے کے زمانے میں نہیں — مجھے نفرت ہے میلے سے — !"

"کیوں پیارے اکڑو ...... !"

"سرداروں کی مونچھیں وہاں چھوکریوں کی زلفوں سے بھی زیادہ حقیر ہو جاتی ہیں — اتنی پی لیتے ہیں کہ ہوش ہی نہیں رہتا — ایک بار میں نے ایک سردار کی ذلّت دیکھی تھی — بہت پی گیا تھا — اور ایک شریر سی چھوکری اُس کی مونچھ پکڑے ساری محفل میں نچاتی پھر رہی تھی !"۔

"اُوئے — یار .... شائد اسی لئے تو مونچھ رکھتا ہی نہیں — !"

ایرج کچھ نہ بولا !۔ گھوڑے دوڑتے رہے — تھوڑی ہی دیر بعد اُنھوں نے عقرب کو جا لیا !۔

ایرج نے اُس کی گردن دبوچنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ وہ ایک طرف جھکتا ہوا بولا ۔ "ارے ارے — او اکڑو .... رَبِ عظیم تجھے عقل دے .... کوہ ابیض کے مینڈھے گلترنگ میں گلاب چرنے گئے ہیں .... میں سچ کہتا ہوں تو نے اچھا کیا کہ کملاک کی سرداری قبول نہ کی .... ورنہ ہم سب سوکھے سوکھے دنیا سے چلے جاتے ..... کملاک کی ساری لڑکیاں قتل کر دی جاتیں اور تو مردوں سے کہتا کہ بچے بھی جنا کرو — !"

سارے ساتھیوں نے قہقہے لگائے ..... اور عقرب نے ایک گیت شروع کر دیا !۔

پہاڑیاں گھوڑوں کی ٹاپوں سے گونجتی رہیں — !

قہقہے .... گیت .... اور عقرب کے چٹکلے ۔۔۔۔ !

گلترنگ تھوڑی ہی دور رہ گیا تھا کہ ۔ یک بیک انہیں اپنے گھوڑوں کو روکنا پڑا ..... کیونکہ سامنے والے درّے سے کچھ لوگ بڑی بدحواسی کے عالم میں نکلتے دکھائی دے رہے تھے .... !

پھر ایرج نے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا ۔ ان لوگوں میں سے کچھ زخمی بھی تھے ۔۔۔ !

"کیا بات ہے ۔ تم لوگ کون ہو !" ایرج نے پوچھا !۔

وہ رُک گئے .... لیکن اس طرح درّے کی طرف مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے جیسے کوئی اُن کا تعاقب کر تا رہا ہو !۔

"قہر ۔ قہر ۔!" ایک بوڑھا آدمی ہانپتا ہوا بولا ۔" ربِّ عظیم کا قہر ۔ شیطان صفت شنگشت !۔"

"پہلے تم اپنی سانسیں درست کر لو ۔" ایرج نے نرم لہجے میں کہا ۔

دوسرے آدمی نے آگے بڑھ کر کہا ! "ہمیں ضیغم خیرہ سر کے ہاتھوں بڑی ذلّت نصیب ہوئی ہے .... کاش وہ ولدالحرام شنگشت نہ ہوتا ۔ اُس نے ہمیں لوٹ لیا .... !"

"کہاں ۔ ؟"

"میلے میں ۔ وہ اس بار قہر بن کر نازل ہوا ہے ۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ وہ بھی آئے گا تو کبھی ادھر کا رُخ نہ کرتے ۔ !"

"کیا وہ تمہارا تعاقب کر رہا ہے ۔۔۔ !"

"اب پتہ نہیں ۔ کچھ دور تک تو اُس کے کتّوں نے ہمیں دوڑایا تھا !۔"

"مقلاق کا کوئی سردار نہیں آیا کیا ۔۔۔ !"

"کون آتا ۔ کوئی بھی نہیں ۔۔۔ کل تو اُس نے سرخسان کے سردار شرجیل کو بھی بے عزّت کیا تھا ۔ اُس کی قیمتی شرابیں چھین لے گیا تھا ۔ ڈیرے سے ایک رقاصہ کو اُٹھا لیا ۔ !"

پھر وہ لوگ آگے بڑھتے چلے گئے ۔ لیکن ایرج کا گھوڑا وہیں جم گیا تھا ! ۔۔ عقرب نے کہا ۔ "چلو .... بھائی کیا سوچنے لگے ۔۔ ! اچھا ۔ سمجھ گیا ! چچا شرجیل کی فکر ستا رہی ہوگی ۔ !"

"میں گلترنگ نہیں جاؤں گا !" ایرج نے کہا ۔

"ارے واہ ۔" عقرب ہاتھ نچا کر بولا ۔ "گویا یہ اتنی تھکن مفت ہی سر پڑے گی کیوں ؟ ۔ کیوں نچاؤ گے !"

"وہ خیرہ سر !۔"

"ڈر گئے ۔!" عقرب نے متحیرانہ لہجے میں کہا ۔

"نہیں ۔ لیکن میں اُس کا خون کیسے بہا سکوں گا ! کاش وہ شنگشت نہ ہوتا ۔ !"

"چلو — چلو — ہوگا شنگشت ونگشت — میں ان چیزوں کو نہیں مانتا —— میرا داؤں چل گیا تو کسی بیوہ کی طرح سر پیٹتا ہوا دنیا سے رخصت ہو جائے گا —!"

"اوہ — تو تم — ربِ عظیم سے بغاوت کرو گے —!" ایمج نے آنکھیں نکالیں۔

عقرب نے قہقہہ لگایا اور بولا! "تم جانتے ہو کہ بچپن ہی سے میں کراغال کے خان عیسیٰ کی ملازمت میں تھا!۔ کیا آدمی تھا وہ بھی ——! اُس نے مجھے بڑی چالاکیاں سکھائی تھیں —— وہ کہا کرتا تھا کہ ربِ عظیم کا نام لینے والے عموماً ربِ عظیم کو بھی دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں! یہ شنگشت والی ہوا بھی کسی مکار شنگشت ہی نے اڑائی ہوگی! میرے ہوش میں تو کبھی کوئی شنگشت قتل نہیں ہوا کہ میں وبائیں اور قحط دیکھ سکتا —! ژالہ باری تو یوں بھی ہوتی رہتی ہے چاہے کسی شنگشت کو مارو چاہے نہ مارو —!"

"چپ رہو —— خبیث! تم کیسی باتیں کر رہے ہو!" ایمج نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"اچھا بیٹا اکڑو — اگر اس خیرہ سر کو تمہارے ہی ہاتھوں قتل نہ کرایا تو کچھ بھی نہ کیا —— بزدل کہیں کے —— نام سُنا ضیغم کا اور دم نکل گیا — ابے اب تم سر پر ریشمی رومال باندھنا شروع کر دو — ہاں ——!"

"بہت ماروں گا — اگر زبان چلائی!" ایمج نے گھونسہ دکھایا!۔

"ہاں مجھ جیسے کمزوروں ہی پر تو ہاتھ اُٹھے گا تمہارا — ابھی کیا ہے۔ چھوکریوں کا قتل عام کر کے رُستم کہلانا —— شاباش ——!"

"ارے چلو — یار — ایمج ——!" ایک ساتھی ہاتھ ہلا کر بولا — "ذرا دیکھیں تو آخر یہ خیرہ سر ہے کیسا —— صرف نام ہی سُنا ہے —!"

"نہیں یہ خفا ہو گئے ہیں اُس سے ——!" عقرب نے طنزیہ لہجے میں کہا: "اب اُس ناہنجار کی شکل نہیں دیکھیں گے! چچا شرجیل کی بڑی توہین کی تھی اُس نے — بکری کی مینگنیاں[1] اچھالیں گے اور بد دعائیں دیں گے اُس صورت حرام کو —!"

"اُو —— عقرب — اُو عقرب!" ایمج دانت پیستا ہوا زین پہ پہلو بدلنے لگا!۔

(۳)

میلے کا ساتواں دن تھا! —— ہر طرف قہقہے اُبل رہے تھے!۔ عام آدمیوں کو ضیغم خیرہ سر کی کیا پرواہ ——

[1] بیوہ عورتیں بکری کی مینگنیاں اچھال اچھال کر اپنے شوہروں کے قاتلوں کو بد دعائیں دیا کرتی ہیں — یہ ایک فرضی رسم ہے۔

وہ تو اُس کے کارنامے سُن کر کبھی کبھی بغلیں بھی بجاتے تھے..... مثلاً آج ہی جب اُس نے ایک رَجانی سردار غرتاش کے ڈیرے میں ہنگامہ برپا کیا تھا تو عام رجانیوں نے بڑے پُرمسرت انداز میں ایک دوسرے سے اس کا تذکرہ کیا تھا!۔ کیونکہ غرتاش بھی کمینگیوں میں اُس سے کچھ کم نہیں تھا!۔ عام رَجانی اُس سے نفرت کرتے تھے! وہ طاقتور بھی تھا اور اپنے ساتھ بہترین لڑاکے رکھتا تھا — لیکن ضیغم خیرہ سر کا کیا بگاڑ لیتا جو شنگُشت بھی تھا!۔

اس کے بعد اُس نے ایک سردار کے جانے کے ذخیرے پر ہاتھ صاف کیا اور قہقہے لگاتا ہوا واپس ہو رہا تھا کہ اچانک کسی نے پُشت سے اُس کی کھوپڑی پر اِس زور کا ہاتھ رسید کیا کہ بڑے بالوں والی ٹوپی دور جا گری!۔

وہ دہاڑتا ہوا اپلٹا..... چپت جھاڑنے والا چھلانگیں مارتا ایک طرف دوڑا جا رہا تھا.... آس پاس کے لوگوں نے قہقہے لگائے...... اور ضیغم پاگلوں کی طرح چیختا ہوا چپت مارنے والے کے پیچھے دوڑا......

لیکن اتنی دیر میں وہ نظروں سے اُوجھل ہو چکا تھا!۔

پھر پورے میلے میں بھونچال سا آگیا!..... ضیغم اُس دلیر کی شکل تو نہیں دیکھ سکا تھا جس نے یہ حرکت کی تھی لیکن اُس کا اندازہ تھا کہ وہ کوئی نوجوان ہی ہوگا!۔ بس اُسے نئی سوجھی!.... چمڑے کا ایک چابک لے کر اپنے ڈیرے سے نکل آیا.... جہاں بھی کوئی رقاصہ ملتی اُس پر چابکوں کی بارش کر دیتا!۔

"بول حرامزادی — وہ کون تھا.... جس نے میرے سر پر ہاتھ مارا تھا" وہ اُسے چابک مارتا ہوا پوچھتا! لڑکی بلبلاتی ہوئی زمین پر ڈھیر ہو جاتی!۔

رقاصہ لڑکیاں چھپتی پھر رہی تھیں...... بہتوں کو تو اُس نے خیموں سے کھینچ کھینچ کر پیٹا تھا!۔

لوگ دیکھ رہے تھے اور تاؤ کھا رہے تھے.... مگر شنگُشت پر کون ہاتھ اُٹھاتا!۔ پھر وہ سب اُس آدمی کے خون کے پیاسے نظر آنے لگے جس نے اُس کے سر پر چپت ماری تھی — کیونکہ اس افراتفری یا آسمانی قہر کی ذمہ داری اُسی شخص پر تھی۔.... مگر وہ تھا کون؟ — وہ جو ربِّ عظیم کے قہر سے بھی نہیں ڈرتا تھا — چاروں طرف سنسنی پھیل گئی!—

(۴)

ایرچ اور اُس کے ساتھی اپنے ساتھ خیمے وغیرہ تو لائے نہیں تھے.... اس لئے اُنھیں پہاڑیوں میں ایک اچھا سا غار تلاش کرنا پڑا تھا!۔ ایسا جس میں وہ اطمینان سے قیام بھی کر سکتے اور اپنے گھوڑے بھی باندھ سکتے!۔ ایرچ ان لوگوں کے ساتھ چلا تو آیا تھا! لیکن ابھی تک اُس نے میلے کی شکل نہیں دیکھی تھی — !عقرب البتہ

سرے ہی سے غائب تھا! دوسرے چھ ساتھی تو کچھ غار ہی میں رہے تھے اور کچھ میلے میں مٹر گشتی کرتے پھر رہے تھے۔

اِس وقت ایرج بھی غار سے باہر نکلنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک ساتھی بوکھلایا ہوا اندر داخل ہوا۔

"غضب ہوگیا ——— اکڑو —!" وہ ہانپتا ہوا بولا "عقرب نے قیامت برپا کر دی!"

"کیا ہوا —!"

"بھرے میلے میں ضیغم کے سر پر چپت مار کر بھاگ گیا!"

"سچ مچ —" ایرج نے قہقہہ لگایا .... بے تحاشہ ہنستا رہا!۔

"سُنو تو — سُنو بھی — خاموش رہو!" ساتھی جھنجھلا گیا!۔

"کیا ہے .....!" ایرج پیٹ دبائے ہوئے ہنسی روکنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

"ضیغم نے پورے میلے میں غدر برپا کر دیا ہے .... بیچاری رقاصہ لڑکیوں پر چابک برساتا پھر رہا ہے — عقرب اُس کے ہاتھ نہیں آیا تھا!۔ وہ سمجھتا ہے کہ وہ کوئی منچلا ہوگا جسے کوئی نہ کوئی لڑکی ضرور جانتی ہوگی ——— اور اُس کے شکاری کتے عقرب کو پہاڑیوں میں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں! اگر اِدھر آنکلے تو ہم مشکل ہی سے پیچھا چھڑا سکیں گے —!"

ایرج سنجیدہ ہوگیا!۔

"عقرب کہاں ہے!" اُس نے پوچھا۔

"پتہ نہیں کدھر نکل گیا —!"

"چلو —!" وہ اپنی رائفل کی طرف جھپٹتا ہوا بولا — "اگر اُسے چوٹ بھی آئی تو ربِّ عظیم کی قسم میں اُس خیرہ سر کو زندہ نہیں چھوڑوں گا چاہے سارے شکرال پر انگاروں کی بارش ہو جائے —!"

"ارے ہیرو — سُنو تو سہی —!" ساتھی بوکھلا کر بولا — "دوسرے لوگ بھی عقرب ہی کو گالیاں دے رہے ہیں!۔ ہمارا ساتھ کوئی بھی نہ دے گا —!"

"بکواس — مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے —!" ایرج رائفل کو کاندھے سے لٹکاتا ہوا بولا "عقرب کی حفاظت کرنی ہے .... پتہ نہیں اُسے یہ کیا سوجھی تھی!"

"دوسرے کہاں ہیں —!"

"میلے ہی میں ہوں گے —! آؤ ....!"

"یار اگر انھوں نے ہمیں یہاں پہاڑیوں میں دیکھ لیا تو .... مصیبت ہی آجائے گی! کیونکہ عقرب کی شکل کسی نے بھی نہیں دیکھی تھی — دیکھتے بھی تو کیا۔ وہ تو بہروپ میں تھا ———!"

"اُس کے آدمی کدھر ہیں !" ایرج نے پوچھا۔

"پانچ پانچ کی ٹولیوں میں چاروں طرف پھیل گئے ہیں !" ساتھی بولا۔

"چلو — فکر نہ کرو — دیکھیں گے !...." ایرج نے اُسے غار کے دہانے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا !۔

باہر چاروں طرف سناٹا تھا !۔

"یار — اکڑو !" ساتھی نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کہیں پٹوا نہ دینا !۔"

"ابے کیوں مرا جا رہا ہے .... چل کوئی ہمارے ماتھے پر لکھا ہوا ہے کہ ہمارے ہی کسی ساتھی نے اُس ولد الحرام کے دھپ رسید کی تھی ! — مگر یار .... یہ عقرب .... خدا سمجھے اس سے — یہ کیا سوجھی تھی اسے !۔"

"کراغالی خان[1] کی نوکری نے اسے کہیں کا نہ رکھا !" ساتھی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ہاں — آں .... عقرب نے اُس سے فرنگیوں کی سی عیاریاں اور مکاریاں سیکھی ہیں !۔ کیسے کیسے بہروپ بھرتا ہے ...." ایرج بڑبڑایا۔ "مگر اُسے یہ کیا سوجھی تھی — اُس شیطان شگشت کو کیوں چھیڑ بیٹھا !۔"

وہ کچھ ہی دور چلے ہوں گے کہ آواز آئی۔ "خبردار — ٹھہرو — اپنے ہاتھ اُٹھا دو !۔"

وہ آواز کی طرف مڑے .... ایک قریبی چٹان کے عقب سے پانچ رائفلیں نکل آئیں جن کے رُخ اُنہیں کی جانب تھے !.....

پانچ بدہئیت کراغالی' جو اپنے خیرہ سر — سردار ہی کی طرح وحشی معلوم ہوتے تھے آہستہ آہستہ آگے بڑھتے نظر آئے پھر وہ نصف دائرے کی شکل میں اُن سے تھوڑے ہی فاصلے پر رُکے۔ ایک نے کڑک کر کہا۔ "تم میں سے کون ہے جس نے طرغوس کے بیٹے پر ہاتھ اُٹھایا تھا !"—

"ہم نے تو ابھی تک کسی پر بھی ہاتھ نہیں اُٹھایا !—" ایرج نے بیخوفی سے جواب دیا.... البتہ اُس کے ساتھی کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ اُس نے بوکھلا کر کہا۔ "ہم دونوں کملاکی ہیں بھائی .... ہمارے ہاتھ اُٹھلا نہیں جانتے —!"

"تم چُپ رہو —" ایرج آنکھیں نکال کر غرّایا —!

"اُوئے .... ہمارے سامنے آواز اُونچی کرتا ہے —!" وحشی نے اُسے رائفل کا کُندہ مارنا چاہا.... لیکن ایرج پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا !۔

"مارو !" وحشی دہاڑا .... اور دوسرے ہی لمحے میں .... بقیہ چار رائفلوں کے کُندے بھی بلند ہو گئے !۔ کراغالی عموماً اپنے کارتوس بہت احتیاط سے صرف کرتے تھے !.... اگر دُشمن قریب ہو تو "دست بدست" جنگ ہی کو ترجیح دیتے !

[1] کراغالی خان عیسیٰ کی حیرت انگیز کہانی آپ جاسوسی دنیا میں "شعلوں" کی طویل داستان کی شکل میں پڑھ چکے ہیں —

اس میں عموماً رائفل کے کُندے چلتے یا پھر خنجر بازی ہوتی --- کلہاڑیاں بھی استعمال کی جاتیں !۔

ایرج نے بھی رائفل کاندھے سے اُتار لی --- اور اُس کا ساتھی بھی سنبھل گیا ! وہ بھی بزدل تو نہیں تھا ! بس بات صرف اتنی سی تھی کہ کملا کی عموماً صلح جوئی ہی کی طرف مائل رہتے تھے !۔ اگر دیکھتے کہ جھگڑے کے بغیر بھی کام چل سکتا ہے تو یہی کوشش کرتے کہ جھگڑا نہ ہونے پائے --- !

(۵)

اودھر ضیغم نے میلے میں قیامت برپا کر رکھی تھی ! درجنوں لڑکیاں اپنے خیموں میں پڑی سسک رہی تھیں اُن کے نازک جسموں پر بیشمار جلے بلے نیل تھے !۔

دوسرے سردار پیچ و تاب کھا رہے تھے !... زیارت گاہ کے خُدام نیزوں پر کٹلیاں بلند کئے ہوئے ربِّ عظیم کے فرمان دُہراتے پھر رہے تھے --- لیکن یہ ضیغم خیرہ سر کا چابک تھا --- کیسے رُک جاتا --- اس وقت بھی وہ ایک لڑکی کو پیٹ رہا تھا !۔

ٹھیک اُسی وقت سب سے بڑے عابد کا ایک ایلچی اُس کے پاس آیا --- ! یہ ایلچی بھی شنگشت ہی تھا ! بڑے عابد کا معتمد خاص !۔

"اے --- خیرہ سر !" اُس نے زیارت گاہ کے نشان کو جنبش دے کر کہا جو اُس کے عصا کے سرے پر نصب تھا ! "اے خیرہ سر ! اِدھر دیکھ میں بھی --- شنگشت ہی ہوں --- تجھے بڑے عابد کی طرف سے حکم دیتا ہوں کہ اپنے ہاتھ روک لے --- !"

ضیغم نے ہاتھ روک کر ایک وحشیانہ سا قہقہہ لگایا --- اور پھر لڑکی کو چابک رسید کر دیا جو تلملاتی اور چیختی ہوئی زمین سے اُٹھنے کی کوشش کر رہی تھی --- !

"تو نہیں سُنتا !" ایلچی نے کہا۔ "اچھا تو دوسری بات سُن ! ربِّ عظیم کا فرمان سُن !۔ اپنی تقدیر سُن !۔ جس دن سرِ بازار تیری ٹوپی سر سے گرے گی .... اُس کے تیسرے دن تیری روح جسم سے نکل کر اُس دلدل میں جا پھنسے گی ! جہاں گنہگاروں کی روحیں دن رات چیختی اور کراہتی رہتی ہیں --- !"

"اُو --- جاؤ --- دفع ہو جاؤ --- !" ضیغم خیرہ سر نے جھلاّہٹ میں اُسے بھی ایک چابک رسید کر دیا ....

"ربِّ عظیم کا نام اُونچا --" ایلچی اپنی جگہ سے ہٹے بغیر پُرسکون آواز میں بولا۔ "یہ بھی تقدیر ہی ہے --- مجھے یقین ہے کہ تو آج کے تیسرے دن اُسی دلدل میں جا پھنسے گا --- ربِّ عظیم ... ربِّ عظیم !"

وہ زیارت گاہ کی طرف مڑ کر آہستہ آہستہ آگے بڑھتا چلا گیا۔۔۔۔ "رب عظیم ۔۔۔ رب عظیم ۔۔۔!" دھیمے سروں میں گنگناہٹ جاری تھی!۔

ضیغم خیرہ سر حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے اس طرح رخصت ہوتے دیکھ رہا تھا!۔ لڑکی چپ چاپ اُٹھی اور بے تحاشہ ایک طرف دوڑتی چلی گئی! لیکن ضیغم اُس کی طرف متوجہ تک نہ ہوا!۔

"رب عظیم ۔۔۔ رب عظیم!" ایلچی کی گنگناہٹ اُس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔۔۔ یک بیک اُس نے جھرجھری سی لی اور کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس کر پاگلوں کی طرح قہقہہ لگایا۔۔۔۔

پھر اپنے آدمیوں کو آوازیں دینے لگا۔۔۔ دو چار جو قریب ہی میں تھے دوڑے آئے۔۔۔۔

"رب عظیم کہاں ہے ۔۔!" اُس نے گرج کر پوچھا!۔ اور وہ بوکھلا کر ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے ۔۔!

"بتاؤ نا ۔۔!" ضیغم نے دانت پیسے۔۔۔۔

"پتہ نہیں سردار ۔۔۔۔!" ایک گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا!۔

"ٹھیک ہے!۔ پتہ نہیں ۔۔۔ ٹھیک ہے ۔۔۔ کوئی نہیں جانتا! کسی کو بھی پتہ نہیں! ۔۔۔ جاؤ" اُس نے کہا چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر ہاتھ اُٹھا کر بولا "ٹھہرو ۔۔ اُسے آج ہی مرجانا چاہئے ۔۔!"

"سردار ۔۔۔ ابھی مار ڈالیں ۔۔ مگر کسے ماریں ۔۔!"

"ہر ایک کو مار ڈالو جس پر شبہ ہوجائے ۔۔ جاؤ ۔۔ جاؤ!۔۔" وہ اتنے زور سے چیخا کہ گردن کی رگیں تک پھول آئیں! ۔۔

(۶)

اُس آدمی کی چیخ بڑی کربیہ تھی جس کے سر پر ایرج کی رائفل کا کندہ پڑا تھا! وہ دوبارہ نہ اُٹھ سکا! دوسرے اُس کا حشر دیکھ کر بُری طرح جھلا گئے! اور پھر یہی محسوس ہونے لگا جیسے وہ ان دونوں کو ہر حال مار ڈالیں گے! رائفلیں لاٹھیوں کی طرح چلتی رہیں! ۔۔ کندے ایک دوسرے سے ٹکرا کر آوازیں پیدا کر رہے تھے!۔ دفعتاً ایرج نے جھکائی دے کر ۔۔۔ ایک کو اور ٹھکانے لگایا!۔

باقی بچے تین۔ اُنھوں نے حلق پھاڑنا شروع کر دیا!۔

"یہی سور معلوم ہوتا ہے جس نے سردار کی توہین کی تھی ۔۔ زندہ بچ کر نہ جانے پائے ۔۔!"

اُب وہ دیوانہ وار حملے کر رہے تھے اور بُری طرح پٹ رہے تھے !۔ پھر تقریباً بیس منٹ تک یہ کھیل جاری رہا تھا !۔ لیکن آخری آدمی نے بھی پیٹھ نہیں دکھائی تھی !۔ لڑتے ہی لڑتے گرا تھا اور بیہوش ہو گیا تھا !۔

"اکڑ و — اب نکل چلو کسی طرف !۔ اگران کی آوازیں — !" اُس کا ساتھی ڈنگ کر ہانپنے لگا !۔

ایرچ بھی ہانپ ہی رہا تھا لیکن چہرے سے تھکن نہیں ظاہر ہوتی تھی ۔ بس ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے غصّے کی زیادتی کی وجہ سے سانسیں تیزی سے چلنے لگی ہوں — !

"بیلے میں جانا ٹھیک نہیں ہے — !" ایرچ نے کچھ دیر بعد کہا۔ "ہم یہیں آس پاس ہی رہ کر اپنے گھوڑوں اور سامان کی حفاظت کریں گے — یہ عقرب کا بچہ پتہ نہیں کہاں جا رہا ہے — مارا جائے گا — ضرور مارا جائے گا ! عقل ہی نہیں آتی گدھے کو — !"

وہ آس پاس ہی کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے لگے جہاں چھپ کر اپنے غار کی نگرانی کر سکتے !....

کامیابی جلد ہی ہوئی ! یہ ایک غار تھا جس کے دہانے پر ایک چٹان اس طرح جھکی ہوئی تھی کہ دہانہ تقریباً چھپ کر ہی رہ گیا تھا !۔ اُن کا اندازہ تھا کہ غار چھوٹا ہوگا لیکن اندر پہونچ کر محسوس ہوا کہ وہاں تو تقریباً سو ڈیڑھ سو آدمی بہ آسانی چھپ سکتے ہیں ! اندر اندھیرا تھا !—

"کیا دوڑ کر غار سے ایک مشعل اُٹھا لاؤں ..." ساتھی نے پوچھا ۔

"نہیں ! میرے تھیلے میں تیل کا ڈبہ اور گولا موجود ہے !" ایرچ بولا ۔

کچھ دیر بعد غار میں روشنی بھی ہو گئی ! کپڑے کا ایک گولا تیل میں بھگو کر روشن کر دیا گیا تھا !۔

"ن ... نہیں — رحم کرو — !" ہلکی سی سسکی کے ساتھ کانپتی ہوئی سی آواز آئی اور ایرچ اُچھل پڑا ....

"ارے — یہ کون ... !" ساتھی بھی آواز کی طرف مڑا ۔ بائیں جانب والے بڑے پتھر سے کوئی چمٹا ہوا تھا !۔ گولے کی روشنی اتنے بڑے غار کے لئے ناکافی تھی ! اس لئے اُس کا چہرہ نہ دیکھا جا سکا !۔ گولا زمین پر پڑا ہوا جل رہا تھا !۔

"خبردار اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا !" ایرچ غرّایا اور جھک کر روشن گولے کو خنجر کی نوک پر اُٹھا لیا !۔

پتھر پر نظر آنے والا متحرک سایہ روشنی میں آ گیا — یہ ایک خوفزدہ لڑکی تھی !۔—

"نہیں ....!" وہ گڑگڑاتی ہوئی بولی ۔ "ربّ عظیم کا واسطہ مجھے ہاتھ نہ لگانا .... میں کچھ نہیں جانتی ... مجھے علم نہیں کہ وہ کون تھا — رحم کرو .... رحم کرو .... مجھے سردار صیغم کے پاس نہ لے جاؤ ...."

"اُوہ — !" ایرچ نے طویل سانس لی !۔

"میں قسم کھا سکتی ہوں — کوئی بڑی قسم دو مجھے !......"

"ڈرو نہیں!" ایرج نے نرم لہجے میں کہا۔ "تم ہمیں غلط سمجھی ہو! — ہمارا اُس خیرہ سر سے کوئی تعلق نہیں!"

لڑکی کچھ نہ بولی — وہ اَب بھی کانپ رہی تھی!.....

"یہاں تمھیں کون لایا ہے —" ایرج کے ساتھی نے پوچھا!۔

"مم... میں... یہاں آچھپی ہوں! — اُس دیوانے — نے کئی لڑکیوں کے چہرے بگاڑ دئے ہیں... کسی کو کیا پتہ کہ اُس کے سر پہ چپت مارنے والا کون تھا —!"

"تم اُدھر کا دھیان رکھو!" ایرج نے ساتھی سے کہا۔ اور وہ غار کے دہانے کی طرف چلا گیا!۔

لڑکی کہہ رہی تھی!۔ "میں سرخسان سے آئی ہوں۔ سردار شرجیل کے ساتھ......!"

"ہوں — اچھا — ڈرو نہیں بیٹھ جاؤ — ہم تمھیں شرجیل کے ڈیرے تک پہونچا دیں گے —!"

"شش — شش — !" غار کے دہانے کی طرف سے آواز آئی... غالباً ساتھی نے ایرج کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا تھا — ایرج تیزی سے آواز کی جانب بڑھ گیا!۔

باہر بیہوش مقلاقیوں کے قریب کچھ لوگ نظر آئے۔ یہ بھی لباس سے مقلاقی ہی معلوم ہوتے تھے —! ہوسکتا ہے خیرہ سر کے ساتھیوں ہی میں سے رہے ہوں —!

یک بیک اُن میں سے ایک نے چیخ ماری اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا! خون کی چادر اُس کے چہرے پر پھیل رہی تھی وہ آگے پیچھے جھول رہا تھا! — اُس کے دوسرے ساتھی بوکھلا بوکھلا کر چاروں طرف دیکھ رہے تھے — پھر جیسے ہی وہ اُس تازہ زخمی کی طرف متوجہ ہوئے... اُن میں سے ایک نے پھر چیخ ماری اور وہ بھی سر پکڑ کر بیٹھ گیا!۔ اُس کی پیشانی پر بھی خون بہتا نظر آرہا تھا!۔

پہلا زخمی جھومتا ہوا ڈھیر ہوگیا..... وہ پھر چاروں طرف دیکھنے لگے تھے..... اتنے میں دوسرے نے بھی زمین پکڑ لی — اور پھر وہ انتہائی سراسیمگی کے عالم میں ایک طرف بھاگ نکلے —!

"یہ کیا ہوا —!" ایرج کا ساتھی بڑبڑایا۔

"اُس حرامخور کے علاوہ اور کون ہوگا —!" ایرج ہنس پڑا..... "وہ قریب ہی کہیں موجود ہے — اَب دیکھو! کیا ہوتا ہے —!"

●

سردار شرجیل کے ڈیرے میں رجبانی سردار بھی موجود تھا!۔ دونوں قہقہے لگا رہے تھے... پھر یک بیک رجبانی سردار سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ "اُس ولد الحرام نے بڑے عابد کے ایلچی پر بھی چابک سے حملہ کیا تھا!۔

اب اگر اُس کے ساتھیوں پر آسمان سے پتھر برسیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے ـــ ربّ عظیم کی طاقت سے کون ٹکرا سکے گا!"

"مگر وہ کون جیالا تھا سردار! جو اُسے سربازار رسوا کر گیا ـــ سُنا ہے ٹوپی اُچھل کر دور جا پڑی تھی ـــ!"

"ربّ عظیم کا قہر جو چھلاوے کی شکل میں نازل ہوا تھا! ـــ بڑے عابد نے اپنے خصوصی خدّام کو بتایا ہے کہ ضیغم کا آخری وقت قریب ہے ـــ وہ اس طرح مارا جائے گا کہ نہ تو اُس کا ایک قطرہ خون بہے گا اور نہ وہ مرتے وقت زمین ہی پر ہوگا!"

"یہ کیسے ممکن ہے ـــ" شرجیل نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں ـــ!

"اُسی طرح جیسے آسمان سے پتھر برستے ہیں ـــ اُنھوں نے پہاڑیوں سے تین لاشیں اور چار زخمی اُٹھائے ہیں! پانچ کا حشر اُنھوں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا ـــ مگر دو آدمی تو اُن کے سامنے ہی ڈھیر ہوئے تھے!"

"بڑی عجیب بات ہے ـــ ربّ عظیم کا سایہ ہم پر رہے ـــ!"

دفعتاً خیمے کے باہر سے چیخ پکار سُنائی دی۔ وہ چونک پڑے ـــ رہبان کا سردار در کی طرف جھپٹا!۔ اور پھر بوکھلا کر پیچھے ہٹ آیا!۔

"کیا بات ہے ـــ" شرجیل غرّایا!۔

"وہ اِدھر ہی آرہا ہے ـــ!"

"کون ـــ!"

"ضیغم ـــ خیرہ سر!... خنزیر کا بچّہ ـــ!"

"آنے دو ـــ!" شرجیل کو شائد غصّہ آگیا تھا!۔

ضیغم آندھی اور طوفان کی طرح خیمے میں داخل ہوا! اُس کے ایک ہاتھ میں چابک تھا اور دوسرے میں ریوالور ـــ ریوالور کی نال اُنھیں دونوں کی طرف تھی! ـــ

"اچھا اچھا! ـــ" ضیغم دہاڑا ـــ "یہ رہبان کا خرگوش یہاں ہے ـــ! کیوں بے! کیا وہ تیرا ہی آدمی نہیں تھا جس نے میری توہین کی تھی ـــ میں اُسوقت تیرے ہی ڈیرے سے تو واپس ہوا تھا!"

"ضیغم ـــ ہوش میں آؤ ـــ سرداروں سے اس طرح نہیں پیش آیا کرتے!" شرجیل نے نرم لہجہ اختیار کرنے کی کوشش کی ـــ "تم کیسے شنگشت ہو ـــ!"

"ابھی اور بری طرح پیش آؤں گا!" ضیغم نے قہقہہ لگایا! "تم دیکھ ہی رہے ہو کہ میرے داہنے ہاتھ میں چابک ہے اور بائیں ہاتھ میں آگ اُگلنے والا چوہا ـــ ہاہاہا...... آ...... ہاہاہا ـــ!"

"اُو ۔۔۔ ربِّ عظیم ۔۔۔ میرے معبود !" شرجیل دونوں ہاتھ اُٹھا کر بولا "تو فیصلہ کر کہ میں کیا کروں۔ ہیں جو ضحاک کے شیطان صفت باپ کی ٹھوکریں بھی اپنے پیروں کے نیچے رکھتا تھا !"

"ضحاک میرا دوست تھا !" ضیغم حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ "اُس کا انتقام تم سے ضرور لوں گا۔ بہت اچھا ہوا ۔۔۔ بہت اچھا ہوا ۔۔۔ تم نے خود ہی یاد دلا دیا ۔۔۔ میں تمہاری بوٹیاں نوچوں گا ۔۔۔ چیل کوّوں کو کھلاؤں گا ۔۔۔ سسکا سسکا کر مار دوں گا ۔۔۔ !"

"ضحاک کو تو ایک کملاکی چھوکرے نے مارا تھا !" رجبان کا سردار بولا۔

"تم چپ رہو ! میں تم سے بات نہیں کر رہا ۔۔ !"

دفعتاً باہر سے آواز آئی ۔۔۔ "سردار یہ رہی ایک اور لڑکی ۔۔۔۔ !"

اور ضیغم جھپٹ کر باہر نکل گیا ۔۔۔ شائد یہ اُسی کے کسی آدمی کی آواز تھی !۔

سامنے سے ایرج آتا ہوا دکھائی دیا ! اُس کے ساتھ وہی لڑکی تھی جس سے اُس نے شرجیل کے ڈیرے تک پہونچا دینے کا وعدہ کیا تھا !۔

ضیغم غرّا کر اُس کی طرف جھپٹا !۔

"تو کہاں تھی ۔۔ تیرے گالوں پر چابک کے نشان کیوں نہیں ہیں !" وہ پاگلوں کی طرح دہاڑا ۔۔۔

"پیچھے ہٹ !" ایرج نے بائیں ہاتھ سے اُس کا ریوالور جھپٹتے ہوئے سینے پر مکّا مارا ۔۔۔۔۔

وہ ضیغم کو پہچانتا نہیں تھا ! لیکن اُس کے ہاتھ میں چابک دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا کہ وہی ہوگا !۔

ضیغم گھونسہ کھا کر پیچھے ہٹتا ہوا کسی زخمی شیر کی طرح دہاڑا تھا ! اُس کے آدمیوں نے ایرج پر جھپٹنے کی کوشش کی !۔

"خبردار ۔۔۔ ! کوئی آگے بڑھا تو جہنّم میں پہونچا دوں گا !۔ یہ کون بیہودہ ہے جس نے میری ساتھی کی توہین کرنی چاہی تھی !"

ضیغم کے ساتھی ٹھٹک گئے ۔۔۔ آس پاس سنّاٹا چھا گیا !۔ شرجیل خیمے کے در پر کھڑا متحیّرانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا !۔

"تو مجھے نہیں جانتا ۔۔۔ میں ہوں ضیغم خیرہ سر !۔ ٹھہر تو سہی اگر تیری لاش میلے میں نہ گھسیٹوائی" ضیغم پاگلوں کی طرح دونوں ہاتھ ہلا کر چیخا !۔

"اچھا تو تم خیرہ سر ہو !" ایرج نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "مجھے بھی دیکھو ! میں بھی ایک خیرہ سر ہوں ! یہ بڑی اچھی بات ہے کہ تم مل گئے ۔۔۔ آؤ ۔۔۔ نکالو خنجر ۔۔۔ ! دل چاہے تو ریوالور ہی سنبھال لو ۔۔ میں ہر طرح تیار ہوں ۔۔۔ !"

"اُو نادان ۔۔۔ اُو ناسمجھ لڑکے ۔۔۔" شرجیل چیخا۔ "یہ شنگشت بھی ہے ۔۔۔ تو اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا !"۔

"شنگشت !" ایرج نے خواہ مخواہ متحیّرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں ! پھر ہنس پڑا۔ "نہیں مجھے بہکانے کی کوشش نہ کرو !

شگنگشت خیرہ سر نہیں ہوتے — وہ تو دن رات رب السمٰوات کے گیت گاتے رہتے ہیں !"

" خاموش رہو !" ضیغم ہاتھ ہلا کر چیخا !" ہاں میں شگنگشت ہوں ..... یہ دیکھو !۔ میرے دونوں ہاتھوں میں چھ چھ انگلیاں ہیں !"

قریب ہی ایک مریل سا بوڑھا کھڑا تھا ۔ یک بیک اُس نے اُچھل کر اُس کے سر پر اس زور کا ہاتھ رسید کیا کہ ایکبار پھر ٹوپی سر سے ہوا ہو گئی !۔ پھر تو ایسا شور اُٹھا کہ آس پاس کے مُردے بھی زیر زمین کروٹیں لینے لگے ہوں گے !۔

اس میں قہقہے بھی شامل تھے اور ضیغم کی دہاڑیں بھی ..... اُس کے آدمی جو پہلے تو بھونچکے رہ گئے تھے اب اُسی بڈھے کے پیچھے دوڑے جا رہے تھے — اس بار تو ہر ایک نے اُس کی شکل دیکھی تھی ! اور سناٹے میں آگیا تھا ۔ وہ مریل سا بوڑھا جس کا جسم کمر کے جھکاؤ کی وجہ سے کمان ہو رہا تھا بچوں سے بھی زیادہ پھرتیلے پن کا مظاہرہ کر کے رفوچکر ہو گیا تھا — اور ضیغم کے آدمی محض دکھاوے کے طور پر دوڑے چلے گئے تھے !۔ پھر ضیغم بھی ایرج کو وہیں چھوڑ کر اُدھر ہی دوڑتا چلا گیا ۔ اِس بار تو اُسے اپنی ٹوپی اُٹھانے تک کا ہوش نہیں رہا تھا !۔

قہقہے — قہقہے — چاروں طرف کے قہقہوں سے کان پڑی آواز نہیں سُنائی دیتی تھی !... ایرج نے ضیغم کا ریوالور اپنے شکاری تھیلے میں ڈال لیا !۔

لڑکی بھاگ کر شرجیل کے پاس جا پہونچی تھی !۔

ایرج بھی آہستہ آہستہ خیمے کی طرف بڑھا ! شرجیل نے بڑی گرمجوشی سے اُس کا استقبال کیا ! رجھان کا سردار اُسے گھور رہا تھا !۔

" تم کہاں تھے بیٹے !۔ میں تو پہلے ہی دن سے یہاں ہوں — !"

" بس یونہی نکل آیا تھا شکار کھیلتے ہوئے .... یہ لڑکی خوفزدہ تھی ۔ غار میں چھپ گئی تھی — اس نے آپ کا نام لیا ! میں نے کہا چلو پہونچا دوں — !"

" جاؤ — تم اندر جاؤ ! اب باہر مت نکلنا " شرجیل نے لڑکی سے کہا پھر ایرج سے بولا " شائد یہی ایک ایسی بچی ہے جس کا چہرہ داغدار نہیں ہوا ورنہ اِس حرامزادے نے تو —— !"

" یہ کون ہیں — !" رجھان کے سردار نے اُس کی بات کاٹ دی !۔

" یہ .... اُوہ .... یہ میرا اپنا ہی بچہ ہے .... میرے ایک جگری دوست کا لڑکا !۔"

" کیوں بیٹے ! کیا تم نے پہلے کبھی اِس خیرہ سر کا نام نہیں سُنا ! " رجھان کے سردار نے پوچھا !۔

" نام سُنا تھا ! شکل آج ہی دیکھی ہے — !" ایرج نے لاپرواہی سے کہا ۔

" اچھا تو تم اب میلے سے رخصت ہو جاؤ ! موقعہ ہے — اگر وہ واپس آگیا تو —— !"

ایرج کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی اور وہ شرجیل کی طرف دیکھنے لگا!۔

"ہاں بیٹے...... سردار کا مشورہ بہت مناسب ہے —!"

"ہاں —!" ایرج نے طویل سانس لی! "لیکن میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ وہ کتنا حقیر آدمی ہے..... ایک کمزور سا بوڑھا بھرے مجمع میں چپت جھاڑ گیا.....!"

"ارے — وہ تو ربّ عظیم کا قہر تھا! — عذاب کا فرشتہ جو بوڑھے کے بہروپ میں آیا تھا اور چھلاوے کی طرح غائب ہو گیا کیا تم نے سنا نہیں کہ اُس کے آدمیوں پر آسمان سے پتھر برستے ہیں!"

ایرج کو ہنسی آگئی — عقرب کی مکاریاں کیسے کیسے گل کھلا رہی تھیں.... پورے شکرال میں اُس سے بڑا عیار شاید ہی کوئی دوسرا نکل سکتا!۔

"تم ہنس رہے ہو لڑکے!" شرجان کے سردار کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی! "تمہیں ربّ عظیم کی قدرت میں شُبہ ہے کیا؟"

"نہیں معزز سردار! میں دوسری بات پر ہنسا تھا!" ایرج نے نرم لہجے میں کہا: "میرے لئے بھی ربّ عظیم کا یہی حکم ہے کہ کسی کو بھی پیٹھ نہ دکھاؤں!"

"بچوں کی سی باتیں نہ کرو بیٹے! جاؤ یہاں سے ورنہ میں تم سے خفا ہو جاؤں گا.....!" شرجیل نے کہا۔

"یا عم! جیسی آپ کی مرضی —!" ایرج تیزی سے دوسری طرف مُڑ گیا!۔

شرجیل اُسے جاتے دیکھتا رہا — پھر جب وہ اگلی ڈھلان سے نیچے اُتر گیا تو اُس نے ایک ٹھنڈی سانس لی — اور خود بھی خیمے کے اندر چلا آیا!۔

(۷)

ضیغم اپنے آدمیوں پر چابک برسا رہا تھا اور وہ چاروں طرف بھاگتے پھر رہے تھے! لیکن اتنی ہمت بھی نہیں رکھتے تھے کہ وہاں سے ہٹ ہی جاتے! یہ اُس کی پرانی عادت تھی! اگر کسی ایک پر غصّہ آجاتا تو اُس وقت وہاں موجود ہونے والوں میں سے کوئی بھی نہ بچتا!.... وہ چیختے رہتے اور پٹتے رہتے! — حتیٰ کہ ضیغم تھک کر خود ہی ہاتھ روک لیتا!۔

میلے میں دوبارہ ٹوپی اُچھل چکی تھی! لیکن آج دوسرا دن بھی گذر جانے کے باوجود اُس مسخرے کا پتہ نہیں لگ سکا تھا — اس وقت اسی کا غصّہ اُتر رہا تھا!۔

"او — سردار...." دفعتاً ایک ساتھی ہاتھ اٹھا کر چیخا! "سُن لو — میری بھی ایک بات سُن — لو — تم مجھے عقلمند سمجھتے ہو نا! — بات سُن لو پھر چاہے — مار ہی ڈالنا! — کالی دلدل میں تو بہرحال پھنسنا ہے!"

"بول — جلدی بول...." ضیغم چابک والا ہاتھ روکتا ہوا بولا۔

"وہ کوئی آدمی نہیں تھا —!"

"تو پھر کیا وہ سُوّر تھا جس نے تیرے دادا کی قبر پر لوٹیں لگائی تھیں —!"

"نہیں — وہ شاید عذاب کا فرشتہ تھا! ہم پر آسمان سے پتھر برستے ہیں جب ہم اُس کی تلاش میں نکلتے ہیں!۔"

"بکواس بند کرو۔" اُس نے پھر چابک جھاڑ دیا! ساتھی تلملا کر پیچھے ہٹ گیا! لیکن ضیغم کا ہاتھ دوبارہ نہیں اُٹھا تھا!۔ دفعتاً وہ کسی سوچ میں پڑ گیا! پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "سب گدھے پن کی باتیں ہیں!۔ کچھ بھی ہو اُسے تلاش کرو اور گھسیٹتے ہوئے میرے سامنے لاؤ... اس طرح گھسیٹو کہ یہاں پہونچتے پہونچتے اُس کا سارا جسم چھلنی ہو جائے... اُس سے نپٹنے کے بعد میں اس زیارت گاہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا!۔"

"ارے باپ رے!۔" پٹنے والے نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! اور اس طرح آنکھیں پھاڑنے لگا جیسے اُسے ضیغم نظر ہی نہ آ رہا ہو!

"سیدھا کھڑا رہ!۔" ضیغم ہنکارا... "ہاں میں اس زیارت گاہ کو زمین کے برابر کر دونگا... بڑے عابد کو تو اس طرح سسکا سسکا کر ماروں گا کہ عذاب کے فرشتے بھی رو پڑیں۔"

"سردار! سردار!!" کئی لرزتی ہوئی سی آوازیں احتجاجاً بلند ہوئیں۔ وہ بُرے لوگ ضرور تھے لیکن زیارت گاہ کے متعلق ایسی باتیں سُن کر اُن کے دل لرز گئے! ویسے بھی وہ اُن آسمانی پتھروں سے بُری طرح خائف تھے جنھوں نے اُنکے تین ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا!۔

"بڑا عابد! میرے مستقبل کے بارے میں بُری خبریں پھیلا رہا ہے۔" ضیغم بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "میں بھی دیکھونگا کس کا ہاتھ اُٹھتا ہے مجھ پر—!"

پھر وہ کسی سوچ میں پڑ گیا! — ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسکے ساتھیوں کو سانپ سونگھ گیا ہو! پٹتے وقت بھی اُن کے چہروں پر اتنی سراسیمگی نہیں دکھائی دی تھی جتنی اَب نظر آ رہی تھی!۔ زیارت گاہ کی توہین کے تصوّر سے بھی اُن کے دل کانپ رہے تھے......!

ضیغم تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر یک بیک اُبل پڑا — "بڑے عابد پر میرے علاوہ اور کوئی ہاتھ نہ اٹھا سکے گا کیونکہ وہ بھی ایک شگنگشت ہی ہے... ہاہا — ہاہا — ہاہا.... ربّ عظیم نے مجھے پیدا کر کے بڑی عقلمندی کا ثبوت دیا ہے... اگر نہ کرتا تو اس بڑے عابد کی عمر خواہ مخواہ بڑھتی رہتی... دیکھنا... تم سب دیکھنا!—"

اُن کے چہروں پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ ہونٹ خشک تھے اور حلق میں کانٹے پڑے جا رہے تھے!۔

(۸)

غار میں الاؤ روشن تھا اور وہ سب اُس کے گرد بیٹھے ہوئے کالی ٹکیوں سے تیار کردہ چائے پی رہے تھے۔ اتنے میں عقرب داخل ہوا... اُس کے ہاتھ میں بڑے بالوں والی ایک ٹوپی تھی!—

الاؤ کے قریب پہونچتے ہی اُس نے کہا۔ "میں بہت دولتمند ہوتا جا رہا ہوں بھائیو!... تم کیسے گدھے ہو کہ مجھے دیکھ کر احتراماً کھڑے بھی نہیں ہوتے!۔"

"چل بے...!" ایرج نے جلتی ہوئی لکڑی اُٹھائی۔

"یہ ٹوپی تو دیکھنا پیارے —!" عقرب نے بالدار ٹوپی اُس کی طرف بڑھائی جس پر کئی جگہ دھات کے بنے ہوئے کچھ نشانات بھی نصب تھے!

"ارے — یہ تو اُسی خیرہ سر کی معلوم ہوتی ہے —!"

"بالکل۔!" عقرب نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ سر سے گرتی کس طرح ہے! لیکن اس بار یہ میرے ہاتھ ہی میں رہ گئی!"

"او کمبخت ــــ کیوں خواہ مخواہ فساد برپا کر رکھا ہے تو نے ــــ!"

"سنتے جاؤ۔!" عقرب نے قہقہہ لگایا! "اس وقت تو اُس کے ڈیرے میں گھس کر ہاتھ کی صفائی دکھانی پڑی تھی ــ اُس کے آدمی مجھ سے اِس بُری طرح خائف ہیں کہ کچھ نہ پوچھو ــ ہاہا ــــ عذاب کا فرشتہ سمجھتے ہیں مجھے ــ!"

"اگر کسی وقت تیری نقلی ڈاڑھی گر گئی تو سارا بہروپ دھرا رہ جائے گا!" ایک ساتھی بولا۔

"لاؤ ــ چائے لاؤ ــ!" وہ بھی الاؤ کے قریب بیٹھتا ہوا بولا۔ چائے اُسے دی گئی اور اُس نے پہلے ہی گھونٹ پر بُرا سا منہ بنایا! اور بولا "اُوئے ــــ یہ شائد کالی مکھیوں سے بنائی ہے ــ کیسی بُری ہیک آرہی ہے ــ ربِّ عظیم تم بیچاروں کی مفلسی دور کرے ــ خیر یہ لو" اُسنے جھولے میں ہاتھ ڈال کر ایک پیکٹ نکالا ــــ اور ٹھنڈی سانس لیکر کہا "یہ آدھ سیر سبز چائے کی پتیاں ہیں۔ ربِّ عظیم نے مجھے دولتمند بنایا ہے تو میں اپنے غریب بھائیوں کی مدد کیوں نہ کروں ــ؟"

"سبز چائے ــ!" خوشی کا مشترکہ نعرہ ــــ غار میں گونج اُٹھا!۔

"یہ کہاں ملی ــ!" ایبرچ بہت زیادہ سنجیدہ نظر آرہا تھا!۔

"ضیغم کے ذخیرے سے ــ!"

"اِدھر لاؤ ــ!" ایبرچ نے ہاتھ بڑھا کر پیکٹ لیا! اُسے کھولا ــــ اور ساری چائے الاؤ میں جھونک دی ــ!

"او پاگل ــــ اُو گدھے ــــ یہ کیا کیا!" عقرب دونوں ہاتھوں سے رانیں پیٹتا ہوا چیخا۔

"کملا کیوں پر لوٹ کا مال حرام ہے! اسے مت بھولا کر ــ!" ایبرچ نے آنکھیں نکالیں ــــ۔

"اُو ــــ ایبرچ۔ اُو اکڑو ــ کیوں شامت آئی ہے!" اُس نے تھیلے سے چمڑے کا فلاخن[1] نکالتے ہوئے کہا! "تیرے سر کے بھی ہزار ٹکڑے ہوجائیں گے ــ اگر مجھ سے اکڑا! ــــ ضیغم کے دو آدمیوں کو پانی مانگنے کی بھی مہلت نہیں ملی تھی ــــ!"

ایبرچ نے اس طرح ہاتھ کو جنبش دی جیسے منہ کے قریب چکرانے والی کوئی مکھی اُڑائی ہو!۔ دوسرے ہنسنے لگے! اور عقرب سر جھکا کر چائے پینے لگا ــ!

پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "کل میں اُسے تیرے ہی ہاتھوں سے قتل کرادوں گا! ــ"

اِس پر کوئی کچھ نہ بولا ــــ ایبرچ سر جھکائے الاؤ کے کنارے جمی ہوئی راکھ کو کرید رہا تھا! ــــ

(۹)

دوسری شام ضیغم پھر شرجیل کے خیمے میں جا گھسا! پتہ نہیں کیوں اُسکے پیچھے پڑ گیا تھا!۔

"اُو ــــ سرخ سانی گدھے!۔" اُس نے خیمے کے دروازے پر رُک کر شرجیل کو مخاطب کیا! "میں تجھ سے جواب طلب کرنے آیا ہوں!۔"

"آدمیوں کی طرح بات کرو۔ ضیغم!" شرجیل نے غصیلے لہجے میں کہا "میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے جو تم اس طرح پیش آتے ہو ــ ڈرتا ہوں

[1] گوپھیا جس میں پتھر رکھ کر پھینکتے ہیں۔

ربّ عظیم کے فرمان سے ورنہ .....!"

"مجھے بتا کہ میرا دوست ضحاک کیسے مارا گیا تھا؟"

"ایک کملاکی چھوکرے کے ہاتھوں —!" شرجیل نے لاپروائی سے کہا۔

"لیکن تو اس کا حمائتی تھا!"

"آج بھی ہوں — تو پھر —؟"

"اپنا خنجر نکال..... میں تجھے مقابلے کے لئے للکارتا ہوں ---!"

دفعتاً باہر سے آواز آئی..."جانے دو... مجھے اندر جانے دو!- میں سردار ضیغم کی تلاش میں ہوں! وہ یہیں ہیں — اُن کے ڈیرے پر معلوم کیا تھا میں نے —!"

"آنے دو — کون ہے؟" ضیغم جو آواز کی طرف متوجہ ہو گیا تھا غرایا! اُس کے آدمی شائد باہر موجود تھے اور اُنھوں نے کسی آنے والے کو روکا تھا!-

در کا پردہ ہٹا اور آنے والے کو دیکھ کر شرجیل چونک پڑا — لیکن خاموش ہی رہا تھا کیونکہ اُس نے بھی شرجیل کی طرف توجہ نہیں دی تھی — یہ عقرب تھا... اور اس وقت بہروپ میں نہیں تھا!-

"تم کون ہو — کیا چاہتے ہو —!" ضیغم نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"میں فلک پیر ہوں سردار ———— اور آپ کے لئے ایک ایسی خبر لایا ہوں کہ آپ مجھے کم از کم ایک سیر چاندی تو بخش ہی دیں گے!"

"جلدی بکو —!"

"میں نے اُس والدالحرام بوڑھے کا پتہ لگا لیا ہے —!"

شرجیل کے ہونٹ ہلے اور پھر سختی سے بند ہو گئے! اُس کی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار تھے!-

"کہاں ہے — کدھر ہے! میں تجھے پانچ سیر چاندی دوں گا۔ چھوکرے... اپنا مصاحب بناؤں گا۔ بہت بڑا آدمی ہو جائے گا تو —!"

"سردار کی مہربانی —!" عقرب نے ہاتھ جوڑ کر دانت نکال دئے... اور پھر بولا "لیکن سردار وہ ضرور کوئی بُری رُوح ہے! میں نے تھوڑی دیر ہوئی اُسے ایک غار میں دیکھا تھا! اُف فوہ سردار —"

عقرب کانپ گیا... اُس کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آنے لگے —!

"اُو — بول جلدی... ورنہ —!" ضیغم نے دانت پیسے!-

"ارے... وہ کچے خرگوش کھا رہا تھا... کھال سمیت ...؟" وہ پھر بُرا سا منہ بنا کر کانپ گیا!-

"وہ کوئی بھی ہو! میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا!" ضیغم پیر پٹخ کر دہاڑا۔

"اچھا تو پھر اپنے پانچ آدمی میرے ساتھ کر دیجئے ـــ زیادہ بھیڑ ہوئی تو وہ ہاتھ نہ آسکے گا!"

"میں خود چلوں گا!" ضیغم غرایا۔

"ارے نہیں سردار ــــ اگر اُس نے پھر آپ کی توہین کی تو میں وہیں اپنی گردن ریت ڈالوں گا ـــ!"

"بکواس مت کر ـــ چل ـــ!" ضیغم نے اُسے دھکا دیا!۔

ضیغم باہر نکل کر بولا! ـــ "پانچ آدمی ـــ صرف پانچ آدمی آئیں میرے ساتھ ـــ!" پھر اُس نے ہاتھ کے اشارے سے پانچ آدمیوں کو بقیہ لوگوں سے الگ کیا ـــ اور عقرب کے ساتھ ایک جانب چل پڑا!۔

(۱۰)

زیارت گاہ کے معبد میں بڑا عابد سربسجدہ تھا! اور اُسکے مریدین کچھ فاصلے پر نصف دائرے کی شکل میں ہاتھ باندھے کھڑے تھے! کچھ عجیب سا ماحول تھا ـــ خوشبودار ہلکے دھوئیں کے لہریئے جگہ جگہ فضا میں بل کھا رہے تھے ـــ مشعلوں کی سُرخ روشنی میں اُنکے چہرے ایسے لگ رہے تھے جیسے وہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہوں!۔

یک بیک بڑے عابد نے سجدے سے سر اُٹھایا ـــ اور رحل پر رکھے ہوئے بستے کو اُٹھا کر بوسہ دیا! ـــ پھر اُس کو بڑی احتیاط سے کھولا اور اُس میں سے کچھ اوراق نکالے ـــ چند لمحے اُن پر جھکا رہا ـــ پھر سر اُٹھا کر بولا: "دیکھو ـــ شام کا پہلا ستارہ مقبرے کے کلس کے اُوپر پہونچا یا نہیں ـــ کچے مقبرے کے پہلے زینے پر کھڑے ہو کر دیکھنا!"

ایک مرید حلقے سے نکل کر باہر چلا گیا! بڑے عابد نے اُن اوراق کو دوبارہ جزدان میں تہہ کرکے رحل پر رکھ دیا! ـــ اب اُسکی آنکھیں بند تھیں اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا!۔

مرید جلد ہی واپس آگیا! اور اُس نے اطلاع دی کہ ابھی شام کا پہلا ستارہ کلس کے اُوپر نہیں آیا!۔

"انتظار کرو ـــ بڑے عابد نے پرسکون لہجے میں کہا "بدنہاد شکست کا آخری وقت قریب ہے!۔ پیر روشن ضمیر کی پیشگوئی یہی ہے ـــ مگر دیکھو ـــ تم ـــ!"

اُس نے ایک مرید کیطرف اُنگلی اُٹھا کر کہا! "میرے قریب آؤ ـــ میں تمھیں اُن دونوں کی نشانیاں بتاؤں گا!"

مرید اُس کے قریب جاکر دوزانو ہو گیا اور اتنا جھکا کہ اُس کی سرگوشیاں آسانی سے سُن سکے!۔

(۱۱)

سورج غروب ہو رہا تھا جب وہ ڈھلان سے اُتر کر عقرب کے بتائے ہوئے غار تک پہونچے تھے!۔

"اُف ـــ فوہ ـــ کھسک گیا شائد ـــ!" عقرب چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"اے چھوکرے ـــ!" دفعتاً ضیغم دہاڑا ـــ "اگر نہ ملا تو میں تجھے اُسی طرح چبا جاؤں گا جیسے وہ کچے خرگوش کھا رہا تھا!"

"رحم ـــ رحم ـــ سردار!" عقرب گڑگڑایا! "میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا! یہ دیکھو ـــ خون کی بوندیں ـــ خرگوشوں کا خون ـــ

اُوہ .... یہ دیکھو.... یہ خرگوش کی دُم ہی تو ہے .... !"

اُس نے سفید بالوں کا گچھا سا زمین سے اُٹھایا !۔

"میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا! ضیغم بولا" لیکن آج خالی ہاتھ بھی نہیں جاؤں گا! اُس کا سر چاہیئے مجھے ۔ ہر حال میں!"

"اُوہو !" عقرب ایک جانب دیکھتا ہوا اُچھل پڑا!" وہ دیکھو۔ خون کی بوندیں اُس طرف بڑھتی گئی ہیں .... آؤ دیکھیں شائد وہ اُدھر ہی گیا ہے!"

وہ خون کی بوندیں تلاش کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے اور اُس طرح وہ اُسی غار کے کسی دوسرے تنگ سے دہانے تک جا پہونچے یہ اتنا تنگ تھا کہ ایک ساتھ دو آدمی کھڑے کھڑے نہیں گذر سکتے تھے! عقرب نے چاہا کہ خود پہلے نکل جائے!۔

"نہیں ۔!" ضیغم اُسکا شانہ دبوچتا ہوا غرایا۔ "تم نہیں ... پہلے میرے آدمی نکلیں گے ۔!"

"جیسی مرضی سردار کی ۔" عقرب چہکا! "میں تو خادم ہوں ... !"

ضیغم کے اشارے پر اُس کا ایک آدمی بیٹھ کر کھسکتا ہوا دہانے سے گذر گیا! اور باہر پہونچکر آواز دی "سب ٹھیک ہے ۔ آؤ۔!" پھر یکے بعد دیگرے پانچوں آدمی باہر نکل گئے! ضیغم عقرب کو روکے ہی رہا تھا۔ پانچویں آدمی کے بعد اُس نے اُسے دہانے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ "اَب تم چلو ۔!"

پھر عقرب کے پیچھے ہی پیچھے وہ بھی کھسکتا ہوا دوسری طرف نکل آیا!۔

یہ ایک چھوٹی سی گہری وادی تھی ۔ خون کی بوندیں سامنے والی ڈھلان تک پہونچکر غائب ہو گئیں!۔ یہاں ایک ایسا خرگوش بھی پڑا ملا جس کا سر غائب تھا!۔

عقرب نے پہلی بار ضیغم کے چہرے پر کسی قدر سراسیمگی کے آثار دیکھے ۔! وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے خرگوش کی طرف دیکھ رہا تھا!۔

پھر سورج پہاڑیوں کے پیچھے غائب ہو گیا! لیکن اُفق کے شوخ رنگوں والے چمکدار لہرئے ابھی اتنے روشن تھے کہ فضا پر تاریکی نہیں مسلط ہوئی تھی!۔

ضیغم نے عقرب کی طرف مُڑ کر پلکیں جھپکائیں ... اور عقرب آسمان کیطرف ہاتھ جوڑ کر گڑگڑایا۔ "ربِ عظیم ۔! مجھے معاف کر دے! لیکن یہ سردار بھی تو سرگشت ہی ہیں ۔ تیرے خاص الخاص بندے! رحم کر ۔ اگر وہ عذاب کا کوئی فرشتہ ہی تھا تو ہم سب کو معاف کر دے! مجھے معلوم ہے ... تو اگر چاہے تو ہماری جیبوں میں پڑے ہوئے کارتوس خود بخود چل جائیں اور ہمارے جسم چھلنی .... !"

"کیا بک رہا ہے ...!" ضیغم غرایا۔ لیکن اُس کی آواز میں خوف کی لرزش بھی شامل تھی!۔

"بک نہیں رہا سردار ۔ میرا باپ اسی طرح مرا تھا!" عقرب نے روتی سی آواز بنائی۔ "ایسے ہی ایک چھلاوے کی تلاش میں وہ بھی نکلا تھا! اُس کی واسکٹ کی جیب میں دس کارتوس پڑے ہوئے تھے .... یقین کرو سردار وہ سارے کارتوس خود بخود چل گئے تھے اور اُس کا سینہ چھلنی ہو کر رہ گیا تھا ۔ !"

"اچھا! اچھا! - میں یہ جھگڑا ہی ختم کر دوں گا!" ضیغم نے کہا! اور اپنے آدمیوں سے بولا "سارے کارتوس ایک جگہ ڈھیر کر دو! ریوالور خالی کر دو ... رائفلیں بھی ـــ اور کلہاڑیاں سنبھالو! میں شگنگشت ہوں، ہو سکتا ہے کہ فرشتوں پر میرا خون حرام نہ کیا گیا ہو!"

اُس کے حکم کے مطابق ہر قسم کے سارے کارتوس ایک تھیلے میں بھر کر غار کے دہانے میں چھپا دیئے گئے! - اب اُن کے ہولسٹروں میں خالی ریوالور تھے! -

"اندھیرا پھیلنے سے پہلے!" عقرب کچھ سوچتا ہوا بولا "ہمیں اُسے تلاش کر لینا چاہئے!" -

"سردار!" اُس کا ایک ساتھی بھرائی ہوئی آواز میں بولا "اگر وہ فرشتہ ہی ہے تو ... ہم اُس پر کیسے ہاتھ اُٹھا سکیں گے!" -

"ضرور اُٹھا سکیں گے" - ضیغم حلق پھاڑ کر دہاڑا ... "ربّ عظیم ... ایک شگنگشت کی توہین کیوں کر رہا ہے!" -

"ہم تو نہیں اُٹھائیں گے ـــ!" پانچوں نے جھلا کر بیک وقت کہا -

"یہ بات ہے تو ... نکالو ... اپنی کلہاڑیاں ... اور آجاؤ مقابلے پر ... میرا حکم ماننے سے انکار کرنے کا مطلب یہی ہے کہ خون بہے!" -

"بھاگ چلو - بھاگو!" ایک نے چیخ کر کہا اور بقیہ چاروں بھی اُسی کے پیچھے دوڑتے چلے گئے! -

"ٹھہرو - کمبختو ٹھہرو ..." ضیغم ہاتھ اُٹھا کر دہاڑا ... لیکن کون سُنتا ہے ... دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک دراڑ میں گھس کر نظروں سے اوجھل ہو گئے! -

"میرے خیال سے سردار اب واپس ہی چلو ـــ!" عقرب بولا -

"نہیں ـــ" وہ حلق پھاڑ کر چیخا "کیا میں کسی سے ڈرتا ہوں ... واپسی پر ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا!" -

"اے ـــ ربّ عظیم ..." عقرب نے پھر آسمان کی طرف ہاتھ جوڑ کر کہا "پتہ نہیں یہ کس خبط الحواس گدھے کی اولاد ہے ... میری سمجھ میں تو نہیں آتا!" -

"کیا ـــ؟ ـــ اَبے کیا کہا ـــ تو نے ...!" ضیغم دہاڑتا ہوا پیچھے ہٹا اور پیٹی سے لٹکی ہوئی کلہاڑی کا دستہ سنبھالنے لگا! -

عقرب نے ڈھلان میں چھلانگ لگا دی! - ضیغم لحیم شحیم آدمی تھا! اس لئے تیز نہیں دوڑ سکتا تھا! اس کے برخلاف عقرب جو ہلکا پھلکا جسم رکھتا تھا چٹانوں پر بھی ہرنوں کی طرح چوکڑیاں بھرتا نظر آیا ـــ ساتھ ہی وہ چیختا بھی جا رہا تھا: "آ ... اے عذاب کے فرشتے ... اور اس خیرہ سر کو بھی اپنی خوراک بنا لے!" -

"ٹھہر تو جا ـــ ولد الحرام ..." ضیغم کلہاڑی تانے ہوئے بار بار کوشش کر رہا تھا کہ وہی اُس پر کھینچ مارے ـــ لیکن شائد اب کلہاڑی بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا ـــ اس لئے تاک میں تھا کہ نشانہ خطا نہ کرے ... لیکن عقرب نے ابھی تک تو اسکا موقعہ نہیں دیا تھا! -

دفعتاً کسی نے ضیغم کو عقب سے للکارا ... وہ نیچے وادی میں پہونچ چکا تھا! -

"ٹھہر ۔ او خیرہ سر! تیری موت آپہونچی !"

ضیغم اُچھلکر آواز کی طرف مڑا ۔ اس نئے آنے والے کو دیکھ کر تو وہ عقرب کو بھی بھول گیا! یہ وہی جوان تھا جس نے شرجیل کے خیمے کے قریب اُس کے سینے پر گھونسہ مارا تھا ۔ اور بوڑھے چپت باز کی وجہ سے وہ اُس سے انتقام بھی نہ لے سکا تھا

"آجا ۔ پہلے تو ہی آجا !۔ مجھے تو تیری بھی تلاش تھی !" ضیغم اکڑ کر بولا ۔ "نکال کلہاڑی ۔ !"

ایرج قریب پہونچ گیا! دھند لکا پھیلنے لگا تھا! لیکن اب بھی اتنی روشنی تو تھی ہی کہ انھیں ایکدوسرے کی آنکھیں صاف نظر آسکتیں !۔

"نکال کلہاڑی" ضیغم نے پھر للکارا ۔۔ لیکن ایرج خاموش کھڑا اُسے گھورتا رہا !۔

"تیسری بار کہوں گا ۔ اُس کے بعد تو کلہاڑی نکالے یا نہ نکالے میں تجھ پر حملہ کر دوں گا" ضیغم نے کہا۔

"میری بھی ایک بات سُن لے ۔!" ایرج نے پرسکون اور نرم لہجے میں کہا "تو ایک شنگشت ہے ۔ تجھے تو درویش ہونا چاہئے تھا! اب بھی آدمی بن جا! ربّ عظیم تجھے معاف کر دے گا ۔۔۔"

"او ۔ چھوکری ۔ کلہاڑی نکال ۔ نہیں تو سنبھل ۔۔۔ یہ لے ۔ !" اُس نے اُچھل کر ایرج پر حملہ کر ہی دیا! اتنی قوت سے کلہاڑی چلائی گئی تھی کہ شاید پتھر میں بھی اُتر جاتی ۔۔۔ لیکن ضیغم اپنے ہی زور میں اڑاڈھڑام نیچے چلا آیا! ایرج نے بڑی پھرتی سے وار خالی دیا تھا! اُس کے دوسرے ساتھی جو دور کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے تالیاں بجانے لگے ۔۔۔ ضیغم دہاڑتا اور گالیاں بکتا ہوا پھر اُٹھا ہی تھا کہ عقرب نے گدھے کی طرح رینکنا شروع کر دیا !۔ ضیغم جو مطمئن تھا کہ اُسے کوئی بھی جان سے نہیں مار سکے گا اُس کی طرف متوجہ ہو گیا !۔ سنکی تو تھا ہی ۔۔۔ ویسے بھی اُس کا ذہن اُلٹتا پلٹتا رہتا تھا !۔

"چپ رہ ۔ چپ رہ ۔۔۔ مسخرے ۔۔۔ ورنہ سسکا سسکا کر ماروں گا" اُس نے عقرب کو للکارا ۔

"مجھ پر خفا ہونے کی ضرورت نہیں سردار ۔ اس وقت تمہارے باپ کی آوارہ رُوح میرے جسم میں حلول کر گئی ہے ۔!" عقرب نے کہا اور پھر گدھے کی طرح رینکنے لگا ۔۔ اور ایرج ہنس پڑا ۔

"تو ہنستا ہے ۔ خنزیر ۔۔۔ مجھ پر ہنستا ہے ۔۔۔!" اُس نے دانت پیسکر پھر حملہ کیا! لیکن اس بار شاید ایرج نے بھی تہیہ کر لیا تھا کہ وار خالی دے کر کلہاڑی چھین لے گا !۔

کلہاڑی ہاتھ سے نکلتے ہی ضیغم ایرج سے لپٹ پڑا ۔۔۔

"دیکھ اب بھی ہوش میں آجا !" ایرج نے پھر کہا ۔ "ورنہ ۔۔۔ !"

"ورنہ کیا ہوگا !" ضیغم اُس سے گتھا ہوا بولا ۔ "ابھی چیونٹی کی طرح مسل کر رکھ دوں گا ۔ !"

"اپنی خیر منا ۔۔ بیک منگے! میں تجھے مار ڈالنے کے لئے بھرا ہوں ۔ !"

"میرا خون ۔۔ !" ضیغم نے وحشیانہ سا قہقہہ لگایا! "تو میرا خون کرے گا ۔ ہاہا ۔۔ مجھ پر کون ہاتھ اُٹھا سکتا ہے ۔ میں

شنگشت ہوں ـــــ!"

"ہرگز نہیں!" عقرب نے ہانک لگائی "خبردار اس پر ہاتھ نہ اُٹھانا ـــ البتہ خود اسے ہاتھوں پر اُٹھا سکتے ہو ـــ جلدی کرو شاباش ـــ! اِسے زمین اور آسمان کے بیچ ہی میں مرنا چاہئے ـــ زمین پر نہیں ـــ خیال رکھنا کہ ایک قطرہ خون بھی زمین پر نہ گرنے پائے ـــ جلدی کرو ـــ!"

ضیغم بھی خاصا طاقتور تھا! اتنا کہ طاقت ہی کے زعم میں درویش کی بجائے "خیرہ سر" بن گیا تھا!۔ اس وقت وہ کوشش کر رہا تھا کہ ایرج کو زمین سے اُکھاڑ کر دے پٹخے... ادھر ایرج دراصل اس کا اندازہ لگانے کی فکر میں تھا کہ اُسے زمین سے اُکھاڑنے میں کتنا زور صرف کرنا پڑے گا! یک بیک اُس نے اُس کی پیٹی پکڑ لی... اور پھر ایسا جھٹکا مارا کہ ضیغم کے پیروں نے زمین چھوڑ دی...

"ربّ السّمٰوات!" ایرج کے نعرے سے پہاڑیاں لرز گئیں!۔

ضیغم اُس کے ہاتھوں پر بلند ہوتا جا رہا تھا! چیخ رہا تھا گالیاں بک رہا تھا!....

ایرج نے بائیں ہاتھ سے اُس کی پیٹی پکڑ رکھی تھی اور داہنے سے گردن.....

داہنے ہاتھ کی گرفت آہستہ آہستہ تنگ ہوتی جا رہی تھی......!

ضیغم نے اُسی عالم میں کمر سے خنجر کھینچنا چاہا ـــ لیکن .... عقرب نے جو قریب آ گیا تھا اُس کے ہاتھوں پر چابک مارنا شروع کر دیا! ـــ

ہاتھ تو آزاد تھے ہی لمبا تڑنگا بھی تھا بہ آسانی ایرج کی گردن خود بھی پکڑ لیتا لیکن عقرب نے کسی مشاق چابک باز کی طرح اُسے بے بس ہی رکھا!۔ ضیغم پاگل ہوا جا رہا تھا! اب اُس کی زبان سے الفاظ نہیں ادا ہو رہے تھے صرف غضبناک قسم کی کریہہ الصوت چیخیں نکل رہی تھیں!۔ بس ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی زخمی شیر بے بس ہو جانے کے بعد غصّے میں بپھر رہا ہو!۔

پھر یہ آوازیں آہستہ آہستہ گھٹتی گئیں!... ایرج اُسے اُوپر ہی اُٹھائے رکھنے کے لئے جدوجہد کر رہا تھا!۔ اُس کے ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے تھے!ـــ

"خرر.... خرر.... خرر.... خیں.... !" یہ ضیغم کے حلق سے نکلنے والی آخری آوازیں تھیں.....!

(۱۲)

شرجیل خوشی تو ظاہر کر رہا تھا لیکن حقیقتاً دلگرفتہ تھا! کیونکہ ایک شنگشت مارا گیا تھا!۔ پتہ نہیں اب کیا ہو!۔ کتنی وبائیں پھوٹیں! کتنے طوفان آئیں... کتنی ژالہ باری ہو ـــ ایرج اُسے ختم کر کے سیدھا شرجیل ہی کے خیمے میں آیا تھا!۔ یہاں ضیغم کا ڈیرہ پہلے ہی سے سنسان پڑا تھا!ـــ اُس کے وہ پانچوں ساتھی یہاں واپس پہونچے تھے!.... اور پھر اُنھوں نے دوسرے مصاحبوں سے نہ جانے کیا کہا تھا کہ وہ بدحواسی کے عالم میں فرار ہوتے وقت اپنا بہتیرا سامان بھی چھوڑ گئے تھے!۔

پھر ایرج اور اُس کے ساتھی آئے ۔۔۔ اور اُنھوں نے شرجیل کو بتایا کہ بڑے عابد کی پیشگوئی سچ ثابت ہوئی ۔۔۔ ضیغم کی لاش ایک درخت کی شاخ سے جھول رہی ہے ۔ مرنے کے بعد بھی اُسے زمین نہ مل سکی ۔!

پھر اُنھوں نے زیارت گاہ کے نقیبوں کی آوازیں سُنی تھیں جو سارے میلے میں چیختے پھر رہے تھے ۔۔۔ "خیرہ سر شنگشت کے قاتل کو بڑے عابد نے طلب کیا ہے ۔ دو الگ جسم رکھنے والا ایک آدمی ۔۔۔ جہاں کہیں بھی ہو ۔۔۔ فوراً زیارت گاہ میں پہنچے! اُس کا ایک جسم دُبلا پتلا ہے اور دوسرا تنومند ۔۔!"

ایرج نے حیرت سے عقرب کی طرف دیکھا تھا! اور عقرب نے ہنس کر کہا تھا "چلو"!

شرجیل نہ زیارت گاہ کی طرف جانے کی ہمت نہیں رکھتا تھا! وہی دونوں گئے!۔ لیکن پھر جب اُس نے کچھ دیر بعد شادیانے کی آواز سُنی تو اُٹھ کر بے تحاشہ زیارت گاہ کی طرف دوڑ گیا!۔

یہاں ۔۔۔ ایرج اور عقرب بڑے عابد کے سامنے دم بخود کھڑے تھے ۔ وہ اپنا داہنا ہاتھ اُٹھائے کہہ رہا تھا! "ایرج اور عقرب ایک ہی شخصیت ہے ۔ ایرج قوت ہے اور عقرب عقل!۔۔۔ اب شکرال کے دن پھرنے والے ہیں! تین سو سال ہوئے جب شمال کے ناپاکوں نے سر اُٹھایا تھا! شکرال میں تباہیاں پھیلائی تھیں ۔۔۔ اُسی وقت سے ربّ عظیم کے عابد تمہاری آمد کی خبر دیتے رہے ہیں ۔۔۔ مقدس اوراق میں اُن کی پیشگوئیاں موجود ہیں ۔۔۔ اُنھیں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ تمہارے ہاتھوں ایک ناپاک شنگشت گلترنگ کی زیارت گاہ کے قریب اُس وقت مارا جائے گا جب شام کا پہلا ستارہ مقبرے کے کلس کے اوپر ہوگا! پیشگوئی پوری ہوئی ۔ خوش آمدید ۔۔۔ اب میں تمھیں اُس مقدس مہم کی اجازت دیتا ہوں جس کے لئے تم خلق کئے گئے ہو ۔! تم شمال میں جاؤ گے اور ربّ عظیم کا نام اونچا کرو گے ۔ لیکن یاد رکھنا جس دن تم دونوں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہوئے وہ بڑا منحوس دن ہوگا ۔ اس سے بچتے رہنا!۔"

اُس کے خاموش ہوتے ہی حلقہ بگوش ربّ السّمٰوات کی حمد گانے لگے ۔۔۔۔۔۔! بخور دانوں سے خوشبودار دھوئیں کی لکیریں اُٹھ اُٹھ کر فضا میں قوسیں اور دائرے بناتی رہیں ۔۔۔۔ !

توجہ نہ فرمائیں

- فی الحال مشتہرین حضرات توجہ نہ فرمائیں ۔ ہم اُس وقت تک اشتہارات قبول نہیں کریں گے جب تک کہ اس ماہنامے کی اشاعت معیاری نہ ہو جائے گی ۔

- مضمون نگار حضرات بھی کم از کم چھ ماہ تک توجہ نہ فرمائیں کیونکہ ہم چھ ماہ کے فائیل ترتیب دے چکے ہیں

ادارہ

آئندہ ماہ کا میگزین ایڈیشن

سنگی سولجر اپنی سوانحعمری پیش کرتے ہیں!

ضرور پڑھیئے ـــــــ ورنہ آپ کو عرصے تک افسوس رہے گا!

اور

پُراسرار معمہ ۱ کا بالکل غلط حل

اور حل بنانے کا سائنٹیفک طریقہ .... بالکل مفت آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے گا!

ان دلچسپیوں کے علاوہ

ایرج اور عقرب کی تیسری دلچسپ داستان!

ابن صفی

زر سالانہ پانچ روپے | قیمت ۸/

پیش کر رہے ہیں!۔

اپنی کاپیاں آج ہی قریبی بک سٹالوں پر محفوظ کرائیے

اسرار پبلیکیشنز ـــــــ کراچی ۱۸

جسی ہیئت

میں نے پُراسرار معمہ میں حصہ لینے کی شرائط بغور پڑھی ہیں اور اُن سے پوری طرح متفق ہوں۔ کمپائلر کا ہر فیصلہ میرے لئے قابل قبول ہوگا۔

نام: ـــــــ

مکمل پتہ: ـــــــ

ـــــــ

ـــــــ

ٹوکن

پُراسرار معمہ ۱

یہاں سے کاٹئے

خوشخبری

جرمانہ ادا کرنے والوں کی آسانی کے لئے بالکل صحیح حل ہر معمے کے ساتھ ہی شائع کر دیا جاتا ہے ـــــــ!

کمپائلر: ـــــــ

پُراسرار معمے ـ کراچی ۱۸

جاسُوسی دُنیا کا خاص نمبر

زہریلا آدمی

معنف :- ابنِ صفی بی۔اے

قیمت عہ

(عنقریب منظر عام پر آ رہا ہے)

اُس دور کی کہانی جب ملک پر غیر ملکیوں کی حکمرانی تھی اور فریدی کو کرنل کا اعزاز نہیں ملا تھا! - ایک خطرناک آدمی کی کہانی ... ابن صفی کی اُن کہانیوں کی یاد تازہ کر دینے والی جو آج بھی بار بار پڑھی جاتی ہیں !-

۱۹۶۰ء میں ابن صفی کے قلم کی نئی انگڑائی

حمید اور قاسم کی پہلی ملاقات کا منظر بھی آپ کو اسی کہانی میں ملے گا ! - ابھی سے ہنسی روکنے کی مشق شروع کر دیجیے !۔

جو ایجنٹ حضرات مستقل آرڈر میں اضافہ کرنا چاہتے ہوں فوراً مطلع کریں ورنہ اس بار پھر انھیں مایوس ہونا پڑے گا کیونکہ ہم بعد کی مانگیں پوری کرنے سے عموماً قاصر ہی رہتے ہیں !-

اسرار پبلیکیشنز ——— کراچی ۱۸

عمران کا پانچواں ناول

جہنم کی رقاصہ

معنف ابنِ صفی بی۔اے

قیمت ۱۳ ار

دوسری بار

دلکش سیریز میں ملاحظہ فرمائیے :-

عنقریب منظر عام پر آ رہا ہے

ایجنٹ حضرات جلد از جلد اپنے آرڈر بک کرائیں !-

دلکش پبلیکیشنز ——— کراچی ۱۸

شرائط پُر اسرار معمّے

ع۱ اپنے حلوں کے ساتھ پُر اسرار معمّہ کا ٹوکن ضرور بھیجئے جو صفحہ ۷۹ پر موجود ہے! ٹوکن کی نقل قبول نہیں کی جائے گی۔ یہی چھپا ہوا ٹوکن ہونا چاہئے!۔

ع۲ اس معمّے کی کوئی فیس داخلہ نہیں رکھی گئی۔ اپنے حل بالکل مفت ارسال فرمائیے (اللہ ہمیں اِس کا نیک اجر دے گا)

ع۳ بالکل غلط حل پر (جو ہمارے دفتر میں محفوظ ہے) میگزین ایڈیشن سال بھر کے لئے بالکل مفت آپ کے نام جاری کر دیا جائے گا... بشرطیکہ آپ کا بالکل غلط حل کمپاؤنڈر کے بالکل غلط حل سے مطابقت رکھتا ہو!۔

ع۴ ہر بالکل صحیح حل پر ہم فی کس مبلغ دس روپیہ جُرمانہ وصول کر لیں گے — اگر آپ نہ ادا کریں گے تو ہم ادائیگی کے لئے درخواست کریں گے۔ اس پر بھی آپ نے ادا نہ کیا تو پھر صبر کریں گے (اللہ صبر کرنے والوں کیساتھ ہے)

ع۵ ایک ہی لفافے میں آپ نہ صرف اپنے بال بچوں بلکہ پڑوسیوں تک کے حل روانہ کر سکتے ہیں... لیکن ہر حل کے ساتھ حل کرنے والے کا نام اور پتہ ہونا ضروری ہے۔ اور ہر نام کے ساتھ پُر اسرار معمّہ ۱ کا ٹوکن بھی ہونا چاہئے۔ کاغذ میسّر نہ ہو تو برگد کے پتّے پر بھی حل روانہ کیا جا سکتا ہے ہمارے لئے قطعی قابل قبول ہوگا! بس ہمارے صحیح یا غلط حل سے حرف بحرف مطابقت رکھنا ضروری ہے۔

ع۶ معمّہ سر کے بل کھڑے ہو کر حل کرنا پڑے گا... ایمان دھرم سے لکھ دینے پر ہم یقین کر لیں گے کہ معمّہ سر کے بل کھڑے ہو کر حل کیا گیا ہے (خدا آپ کو سچ بولنے کی توفیق عطا کرے)

ع۷ معمّہ حل کرنے سے پہلے بلڈ پریشر ضرور ٹسٹ کرائیے..... حلوں کے ساتھ میڈیکل سرٹیفکیٹ آنا ضروری ہے!۔

ع۸ حلوں کے ساتھ ہی بال بچوں کی خیریت سے بھی مطلع فرمائیے.... شکریہ!۔

ع۹ پنسل سے بنائے ہوئے حل بھی قبول کر لئے جائیں گے بشرطیکہ وہ ایک مربع فٹ کپڑے پر بنائے گئے ہوں! طریقہ یہ ہے کہ ایک مربع فٹ کپڑا لیجئے اور اُس کے کناروں کی ناخنی موڑائی کر کے سلائی کر دیجئے..... کسی گوشے میں اگر کشیدہ کاری بھی کر سکیں تو کیا کہنا — بہرحال اس ایک مربع فٹ کپڑے کے وسط میں آپ پنسل سے حل بنا سکتے ہیں!۔

تنبیہہ:۔ ادارہ ایسے حلوں کی واپسی کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

ع۱۰ جب ہمارا دل چاہے گا ان شرائط میں تبدیلی بھی کر دیں گے — (کسی کا اجارہ)

نوٹ:۔ بالکل غلط حل اور حل بنانے کی ترکیب مارچ کے میگزین ایڈیشن میں ملاحظہ فرمائیے!۔

Regd. No. S—2351 FEBRUARY 1960

IBNE SAFI KI JASOOSI DUNIYA

KARACHI-18

IMPERIAL BOOK DEPOT.
JUBILEE MANSION,
PREEDY STREET,
KARACHI-3.

ابن صفی کا امتیازی نشان

TRADE MARK

ادارہ اسرار پبلیکیشنز کراچی

Onley Titel Printed at SHAMA ART PRESS Karachi-18.